3

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

17 تا 23 جنوری 2012ء / 22 تا 28 صفر المظفر 1433ھ

اسلام کا عالمی غلبہ اور پاکستان

پاکستان کا معجزانہ قیام، قائداعظم کی غیر معمولی قیادت اور پاکستان کی تا حال خصوصی حفاظت و صیانت کی صرف ایک توجیہہ ممکن ہے اور وہ یہ کہ پاکستان اسلام کے عالمی غلبے کی خدائی تدبیر کے سلسلے کی اہم کڑی ہے!

اس قضیے (Proposition) یا نظریے (Theorum) کے دو اجزاء ہیں: ایک یہ کہ بالآخر اسلام پوری دنیا پر غالب آ کر رہے گا اور پورے کرۂ ارضی پر اسلام کی حکمرانی قائم ہو کر رہے گی! اور دوسرا یہ کہ اسلام کے اس عالمی غلبے (Global Domination) میں ایک اہم اور فیصلہ کن کردار (Crucial Role) پاکستان کو ادا کرنا ہے اور یہ گویا پاکستان کی تقدیر (Destiny) ہے!

ان میں سے جہاں تک پہلے جزو کا تعلق ہے، وہ بالکل یقینی اور اٹل ہے اس لیے کہ وہ قرآن حکیم سے بھی دلالۃً (by inference) ثابت ہے اور متعدد احادیثِ صحیحہ میں تو صراحتاً مذکور ہے اور اس کے ضمن میں گمان اور قیاس کا معاملہ صرف اس مسئلے تک محدود ہے کہ ایسا کب ہوگا؟ البتہ جہاں تک دوسرے جزو کا تعلق ہے تو وہ سراسر یا قیاس و گمان کا معاملہ ہے یا ذوق و وجدان کا۔ چنانچہ اس کے ضمن میں اختلاف کی گنجائش موجود ہے۔ تاہم اِن سطور کے عاجز و ناچیز راقم کا گمانِ غالب یہی ہے کہ اسلام کے عالمی غلبے کا نقطۂ آغاز یہی سرزمین بنے گی جس کا نام 'پاکستان' ہے۔ گویا راقم کو علامہ اقبال کے اس شعر سے اتفاق ہے کہ ؎

میر عرب کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے
میرا وطن وہی ہے میرا وطن وہی ہے!

استحکام پاکستان
ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اس شمارے میں

پاکستان بحرانوں کی زد میں کیوں؟

نفاق عملی اور اُس کا انجام

نصاریٰ کے جرائم

میاں صاحب، اب بھی وقت ہے!

اکثریت حق کا معیار نہیں

شرم و حیا کا ٹوٹتا بند

ایک عظیم اسلامی یونیورسٹی

طالبان امریکہ مذاکرات

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

الہدیٰ (496)

سورۃ ہود

(آیات 15 تا 17)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ۝١٥ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝١٦ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ۚ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۗ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝١٧

’’جو لوگ دنیا کی زندگی اور اس کی زیب وزینت کے طالب ہوں ہم ان کے اعمال کا بدلہ انہیں دنیا ہی میں دے دیتے ہیں اور اس میں ان کی حق تلفی نہیں کی جاتی۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں آتش (جہنم) کے سوا اور کچھ نہیں۔ اور جو عمل انہوں نے دنیا میں کئے سب برباد اور جو کچھ وہ کرتے رہے سب ضائع ہوا۔ بھلا جو لوگ اپنے پروردگار کی طرف سے دلیل (روشن) رکھتے ہوں اور ان کے ساتھ ایک (آسمانی) گواہ بھی اس کی جانب سے ہو اور اس سے پہلے موسیٰؑ کی کتاب ہو جو رہنما اور رحمت ہے (تو کیا وہ قرآن پر ایمان نہیں لائیں گے؟) یہی لوگ تو اس پر ایمان لاتے ہیں اور جو کوئی اور فرقوں میں سے اس سے منکر ہو تو اس کا ٹھکانہ آگ ہے۔ تو تم اس (قرآن) سے شک میں نہ ہونا۔ یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے حق ہے۔ لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔‘‘

جو لوگ بھی دنیا کی زندگی، اس کی زینت وزیبائش، چمک دمک اور ساز وسامان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں، دن رات اسی کے لیے محنت مشقت اور بھاگ دوڑ کر رہے ہیں، اُن کے حوالے سے فرمایا کہ ہم انہیں اس دنیا کی زندگی میں اُن کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے دیتے ہیں۔ کسی نے بڑی بھاگ دوڑ کی تو بڑی بلڈنگ کھڑی کرلی، اعلیٰ قسم کی کار لے لی، کاروبار بھی چمک گیا۔ بس جس چیز کے لیے اُس نے محنت کی، اُسے اُس کی بھاگ دوڑ کے نتیجے میں وہ سب کچھ مل گیا۔ یوں اللہ تعالیٰ کسی کی محنت کا بدلہ دینے میں بخل سے کام نہیں لیتا، بلکہ دنیا میں اُسے پورا بدلہ دے دیتا ہے۔ مگر ایسے لوگ جان لیں کہ اِن کے لیے آخرت میں سوائے آگ کے کچھ نہیں۔ کیونکہ انہوں نے ساری بھاگ دوڑ کی ہی دنیا بنانے کے لیے تھی۔ اِس طرح جو کچھ انہوں نے دنیا میں کیا، آخرت کے اعتبار سے وہ بے نتیجہ رہا، یعنی ان کی محنت اور مشقت رائیگاں چلی گئی۔ اور جو کوئی جھوٹی سچی نیکی کی ہوگی، اس کی بھی کوئی حیثیت نہ تھی، کیونکہ وہ محض اپنے دل کو دھوکہ دینے کے لیے تھی۔

تو بھلا وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے ’’بیّنہ‘‘ پر تھا یعنی اُس کی فطرت سلیم تھی، قلب صاف ستھرا اور بے داغ تھا، پھر اللہ کی طرف سے ایک گواہی بھی آ گئی قرآن مجید کی صورت میں، گویا دو چیزیں ہوگئیں ایک فطرت سلیمہ اور دوسری وحی الٰہی۔ پھر اس کے پاس اس سے پہلے کتاب موسیٰؑ موجود تھی جو امام، راہ نمائی کرنے والی اور رحمت بھی تھی۔ کیا ایسا سلیم الفطرت شخص ایمان نہیں لائے گا۔ یقیناً یہی لوگ ہیں جو اس کتاب پر ایمان لائیں گے۔ اور ان تمام گروہوں، فرقوں میں سے جو اس کتاب کا انکار کریں گے، وہ مشرکین مکہ ہوں یا اہل کتاب، آگ ہی ان کے وعدہ کی جگہ ہے۔ تو اے نبیؐ آپ اس کے بارے میں کسی شک وشبہ میں نہ رہیں۔ یقیناً یہ تمہارے رب کی طرف سے حق ہے۔ لیکن اکثر لوگ ایمان والے نہیں ہیں۔

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

ترک جماعت پر وعید

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ اٰمُرَ بِالصَّلَاةِ فَتُقَامَ ثُمَّ أُخَالِفَ إِلَى مَنَازِلِ قَوْمٍ لَا يَشْهَدُوْنَ الصَّلَاةَ فَأُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ)) (صحیح بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’میں نے ارادہ کیا کہ نماز کا حکم دوں اور نماز کھڑی ہو تو میں ان لوگوں کے گھروں میں جاؤں جو نماز میں شریک نہیں ہوتے اور ان کے گھروں کو جلا دوں۔‘‘

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پاکستان بحرانوں کی زد میں کیوں؟

دو سال سے زائد عرصہ گزر چکا، سپریم کورٹ آف پاکستان نے این آر او کے خلاف فیصلہ سنا دیا تھا۔ یعنی وہ تمام مقدمات جو اِس آرڈیننس کے تحت ختم کر دیئے گئے تھے اُنہیں دوبارہ کھولنے کا حکم دیا۔ قارئین کو یاد ہوگا جب یہ کیس سپریم کورٹ کے سامنے لایا گیا تھا تو عدالت نے اِسے پارلیمنٹ کو بھیج دیا تھا کہ یا تو وہ اِسے قانون کی شکل دے یا رد کر دے۔ اُس وقت حکومت کی خواہش کے باوجود حکومت کے اتحادیوں نے اِس آرڈیننس کو پارلیمنٹ میں منظور کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ لہٰذا حکومت نے اِسے بحث کے لیے ایوان میں لانا ہی مناسب نہ سمجھا۔ چنانچہ اِس کی قانونی حیثیت ختم ہوگئی۔ اِس مفاہمتی آرڈیننس کے تحت ہزاروں لوگوں کے خلاف مقدمات ختم کر دیئے گئے تھے، تب سپریم کورٹ نے اِنہیں دوبارہ کھولنے کا حکم دیا اور حکومت کو کہا کہ وہ سوئس بنک کو خط لکھے کہ دوبارہ اُس مقدمہ کی سماعت شروع کی جائے جو اِس آرڈیننس کی وجہ سے حکومت پاکستان کی خواہش پر بند کی گئی تھی۔ یہ خط لکھنے سے چونکہ براہِ راست آصف علی زرداری پر زد پڑتی تھی، لہٰذا پہلے حکومت ٹال مٹول سے کام لیتی رہی اور بالآخر خط لکھنے سے صاف انکار کر دیا۔ اِس پر سپریم کورٹ کے پانچ رکنی بنچ نے جو اِس پر عملدرآمد کروانے کے لیے قائم کیا گیا تھا، اپنا فیصلہ سنا دیا۔ یہ فیصلہ ہماری عدالتی تاریخ کے حوالہ سے منفرد فیصلہ ہے کہ اِس میں کوئی ایک حکم نہیں دیا گیا بلکہ اِس پر عملدرآمد کرانے کے لیے 6 آپشنز دیئے گئے ہیں اور چیف جسٹس سے درخواست کی گئی ہے کہ وہ ایک لارجر بنچ تشکیل دیں جو اِن 6 آپشنز میں سے کسی ایک کو یا کچھ کو یا سب کو اختیار کرنے کا فیصلہ صادر کرے۔

ہماری رائے میں اگر اِن چھ نکات کے لیے آپشنز کے لفظ کی بجائے methods کا لفظ استعمال کیا جاتا تو زیادہ بہتر تھا، کیونکہ جب آپشن کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے تو اِس سے یہ تاثر قائم ہوتا ہے کہ اِن نکات میں سے کسی ایک کو اختیار کر لیا جائے، جبکہ ہماری دانست کے مطابق عدالت عظمیٰ کو یہ مطلوب نہیں تھا۔ یہ بات فیصلہ کی تفصیل پڑھنے سے واضح ہو جاتی ہے۔ یہ آپشنز جو لارجر بنچ کے سامنے رکھے گئے ہیں، کچھ یوں ہیں۔

① صدر، وزیر اعظم اور وزیر قانون نے خط لکھنے سے انکار کر کے اپنے حلف کی خلاف ورزی کی ہے، لہٰذا انہیں نااہل قرار دیا جائے۔

② وزیر اعظم اور وزیر قانون نے عدالت کی توہین کی ہے، لہٰذا توہین عدالت کے قانون کے تحت اِنہیں سزا دی جائے۔

③ ایک ٹریبونل قائم کیا جائے جو آرٹیکل 187 کے تحت فیصلے پر عملدرآمد کا طریق کار طے کرے۔

④ نیب کے چیئرمین کو عدالتی نافرمانی پر برخاست کر دیا جائے۔

⑤ اگر کوئی (مراد صدر زرداری ہیں) یہ سمجھتا ہے کہ اُسے آئین کے آرٹیکل 248 کے تحت استثنا حاصل ہے تو اُسے سنا جا سکتا ہے۔

⑥ عدلیہ تحمل کا مظاہرہ کرے اور عوام فیصلہ کریں۔

اِن چھ آپشنز کو غور سے پڑھا جائے تو یہ رائے قائم کی جا سکتی ہے کہ سپریم کورٹ کے اِس پانچ رکنی بنچ نے صدر اور وزیر اعظم کو سمجھایا ہے کہ عدالتِ عظمیٰ کی نافرمانی کرنے کے جرم میں تمہیں گھر جانا ہے، بتاؤ عزت سے جاؤ گے یا تمہیں کان پکڑ کر نکالا جائے۔ اُن کے مطابق عزت سے جانے کا راستہ آخری آپشن میں موجود ہے۔ باقی تمام نکات پر عمل کرنے سے وہ قانون کی زد میں آ کر نکالے جائیں گے۔ حکومت بڑے زور و شور سے صدر کے استثناء کی بات کرتی ہے، حالانکہ یہ استثناء فوجداری مقدمات میں صدر کو ملتا ہے، سول مقدمات میں صدر کو استثناء حاصل نہیں

تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

بانی: اقتدار احمد مرحوم

17 تا 23 جنوری 2012ء — جلد 21
22 تا 28 صفر المظفر 1433ھ — شمارہ 3

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مدیر: ایوب بیگ مرزا

نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چودھری

مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67-اے علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو لاہور-54000

فون:36316638-36366638 فیکس:36271241

E-Mail:markaz@tanzeem.org

مقام اشاعت:36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور-54700

فون:03-35869501 فیکس: 35834000

publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون

اندرونِ ملک......450 روپے

بیرون پاکستان

انڈیا-----------------(2000 روپے)

یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)

امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)

ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر "مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

ہے۔ بہر حال کرسی بچانے کے حوالے سے حکومت نے سمجھ لیا ہے کہ وہ بند گلی میں داخل ہوگئی ہے۔ لہٰذا اُس نے اداروں سے تصادم کا فیصلہ کیا ہے جو اس کے لیے ہی نہیں ملک کے لیے بھی خطرناک ثابت ہوسکتا ہے۔ حکومت این آر او کے معاملے میں عدلیہ سے سرپنج رہی ہے اور میموگیٹ کے معاملے میں فوج سے اُلجھ رہی ہے۔ سیکرٹری دفاع کو برطرف کرکے اور آرمی چیف اشفاق پرویز کیانی کے دورۂ چین کے دوران ایک چینی خبر رساں ایجنسی کو انٹرویو دیتے ہوئے وزیراعظم نے آرمی چیف اور آئی ایس آئی کے سربراہ کو غیر آئینی اور غیر قانونی کام کرنے کا مرتکب قرار دیا، جو مقتدر حلقوں کے لیے بہت ہی اشتعال انگیز تھا، جس سے ملک بھر میں مارشل لا کے نفاذ کی افواہ پھیل گئی۔

قارئین کرام! یہ تبدیلیاں، یہ آنیاں جانیاں ہمارے لیے گاؤ رفت و خر آمد اور خر رفت و گاؤ آمد کی حیثیت رکھتی ہیں۔ مختصراً عرض ہے کہ یہ سب کچھ تحریر کرنے کا صرف ایک مقصد ہے کہ سوچا جائے کہ آخر پاکستان کو 65 سال سے بحران در بحران کا کیوں سامنا ہے۔ کیا پاکستان کی بنیاد میں کوئی خرابی مضمر ہے، کہیں وہ لوگ سچے تو نہیں تھے جو قیام پاکستان کو برصغیر کے مسلمانوں کے خلاف ایک سازش قرار دیتے تھے، جو کہتے تھے کہ پاکستان بننے سے ہندوستان کے مسلمانوں کی طاقت تقسیم ہوجائے گی، پاکستان کبھی ایک اسلامی فلاحی ریاست نہیں بن سکے گا اور بھارت میں رہ جانے والے مسلمان تعداد کی کمی کی وجہ سے کمزور پڑ جائیں گے، دونوں طرف مسلمانوں کا نقصان ہوگا۔ کہیں وہ لوگ سچے تو نہیں تھے جو کہتے تھے کہ انگریز ہندوستان کو صرف اِس لیے تقسیم کرنا چاہتا ہے، تا کہ متحدہ ہندوستان ایک عظیم ایشیائی طاقت کی حیثیت سے یورپ کے لیے مسئلہ نہ بن جائے بلکہ اِنہیں تقسیم کرو اور ان کے درمیان ایک ایسا تنازعہ کھڑا کردو کہ باہم لڑتے رہیں (مسئلہ کشمیر) یعنی ہندوستان سے نکلنے کے باوجود Divide and rule کے اصول کو اپناتے ہوئے دونوں کو اپنا محتاج بنائے رکھو۔ کہیں یہ خدشہ درست تو نہیں کہ امریکہ نے جس کا برطانیہ کے ساتھ ہم مذہب ہونے کے ساتھ خون اور نسل کا رشتہ بھی ہے، برطانیہ کو یہ بات سمجھائی تھی کہ سوویت یونین کے کمیونزم کا راستہ روکنے کے لیے ایک مذہبی ریاست ہونی چاہیے جو بفر سٹیٹ کا کام دے اور کمیونزم کا راستہ روک کر ہمارے ایجنڈے کی تکمیل کرے اور اس خدشہ نے اُس وقت حقیقت کا روپ دھارا جب امریکہ نے سوویت یونین کو افغانستان میں پھنسا کر پاکستان کی مدد سے شکست و ریخت سے دوچار کردیا۔ یہ دلائل ظاہراً بڑے مضبوط ہیں، لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ دشمنوں کی خواہشات کچھ بھی ہوں پاکستان کے قیام کی وجوہات ہرگز ہرگز منفی نہ تھیں، بلکہ پاکستان ایک مثبت بنیاد پر قائم ہوا تھا۔ مسلمان کتنا ہی بے عمل کیوں نہ ہو اس کے خون میں نظریہ رچا بسا ہوا ہے۔ وہ زمین سے جُڑا نہیں رہ سکتا۔ ہم اس حقیقت کو بھی نظر انداز نہیں کرسکتے کہ برصغیر کا مسلمان مذہب کے حوالہ سے انتہائی جذباتی ہے۔ خلافت کے خاتمے پر تحریک کا معاملہ ہو یا فلسطین کے مسلمانوں پر مظالم کی بات، برصغیر کے مسلمان کا رویہ ہمیشہ یہ رہا ہے کہ ع سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے۔ ایک اسلامی فلاحی ریاست کے قیام کی خواہش اور تڑپ اُسے میدان میں لے آئی تھی۔ اگرچہ ہندو کے رویے اور سیاسی و معاشی استحصال نے منفی اثرات بھی مرتب کیے تھے، لیکن پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ کا نعرہ اِس قدر دلکش تھا کہ باقی ہر شے کی حیثیت ثانوی ہوگئی تھی بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ بے معنی ہوگئی تھی تو مبالغہ نہ ہوگا۔ یہ وہی نظریاتی اساس تھی جو قیام پاکستان کے دو سال بعد قراردادِ مقاصد میں ڈھل گئی، لیکن خواص نے نفسانی خواہشات (جو وقت گزرنے کے ساتھ عوام میں بھی سرایت کر گئیں) کے ہاتھوں مجبور ہو کر بنیادوں سے دور اور بہت دور ہٹ کر عمارت کی تعمیر شروع کردی۔ تو یہ عمارت ڈگمگائے کیوں نہ، یہاں روز نت نئے بحران کیوں جنم نہ لیں، یہ ملک مسائلستان کیوں نہ بن جائے، ہم بحیثیت قوم ذلیل و خوار اور بے آبرو کیوں نہ ہوں، ہماری آزادی اور خودمختاری مذاق کیوں نہ بن جائے۔ ہم جَو بیج کر گندم کاٹنے کی امید کیوں لگائے ہوئے ہیں۔ ہم نے گزشتہ ہفتہ ''خدارا سوچیے'' کے عنوان کے تحت یہی کچھ عرض کیا تھا۔ ہماری قوم اور لیڈرانِ قوم دونوں سے گزارش ہے اور دست بستہ گزارش ہے کہ ذرا سوچیے لیکن سوچتے ہی نہ رہ جائیے۔ وقت کم اور مقابلہ سخت ہے۔ سب سے ناتا توڑ کر اللہ سے رشتہ جوڑ لیں۔ وہی مالک ارض و سما ہے۔ وہی قادر مطلق ہے۔ اُس کے دیئے ہوئے نظام کو اُس کی زمین پر نافذ کریں۔ وہ العزیز اور الحکیم ہے۔ وہ تمام زمینی قوتوں کو آپ کے سامنے سرنگوں ہونے پر مجبور کردے گا۔ ان شاء اللہ

بیابہ مجلس اسرار

نفاقِ عملی کا سبب اور اس کا قابل حذر انجام

ہم قومی اور ملی سطح پر اخلاق کا دیوالہ نکل جانے کی کیفیت سے دوچار ہیں۔ آٹے میں نمک کی حیثیت کے حامل افراد کو علیحدہ رکھتے ہوئے واقعہ یہ ہے کہ قومی اور اجتماعی سطح پر صداقت و امانت اور شرافت و مروت کا جنازہ نکل چکا ہے۔ اور ایفاءِ عہد اور پاسِ امانت کا دور دور تک نشان نہیں ملتا۔ انفرادی اعتبار سے خالص خود غرضی اور عریاں مفاد پرستی کا دور دورہ ہے اور قومی مصالح اور ملی مفادات سے کسی کو کوئی غرض نہیں رہی۔ معاملات میں بدعہدی اور بددیانتی بلکہ باضابطہ مکاری اور چالبازی کی گرم بازاری ہے۔ تجارت اور لین دین میں دھوکے اور فریب سے بھی بڑھ کر کھانے پینے کی چیزوں حتیٰ کہ ادویات تک میں ملاوٹ گویا معمولی بات بن کر رہ گئی ہے۔ سرکاری محکموں اور دفتروں میں رشوت ستانی کا بازار تو گرم ہے ہی باضابطہ اذیت رسانی اور لوگوں کی عزتِ نفس کو مجروح کرنا تفریح اور مشغلے کی صورت اختیار کرگئے ہیں اور معاشرتی اور سماجی سطح پر سنگدلی اور سفاکی نے ڈیرے جما لیے ہیں تو سیاسی و حکومتی سطح پر بھی جھوٹ اور وعدہ خلافی نے "Order of the day" کی صورت اختیار کرلی ہے اور ہر سوچنے سمجھنے والا اور حساس شخص حیران و پریشان ہے کہ ؎

یہ ڈرامہ دکھائے گا کیا سین — پردہ اُٹھنے کی منتظر ہے نگاہ!

'نفاقِ عملی' کی یہ کیفیت جس کا ہلکا سا نقشہ سطور بالا میں کھینچا گیا ہے براہِ راست نتیجہ ہے اللہ کے ساتھ کیے ہوئے (نفاذ اسلام کے) عہد کی خلاف ورزی کا۔ چنانچہ سورۃ توبہ کی آیت نمبر 77 میں صراحت موجود ہے کہ یہ نفاق بدعہدی کی سزا کے طور پر وجود میں آتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ۝﴾

''تو اللہ نے سزا کے طور پر اُن کے دلوں میں نفاق پیدا کر دیا، اُس دن تک کے لیے جب وہ اس کے حضور حاضر ہوں گے بہ سبب اس کے کہ انہوں نے اللہ سے جو وعدہ کیا تھا، اس کی خلاف ورزی کی اور بوجہ اس جھوٹ کے جو وہ بولتے تھے۔''

نصاریٰ کے جرائم

سورۃ المائدہ کی آیات 72 تا 77 کی روشنی میں

امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 6 جنوری 2012ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[سورۃ المائدہ کی آیات 72 تا 77 کی تلاوت اور خطبہ مسنونہ کے بعد]

حضرات! گزشتہ چند خطابات جمعہ میں سورۃ المائدہ کے آٹھویں، نویں اور دسویں رکوعات کے حوالے سے یہود و نصاریٰ کا تذکرہ ہو رہا ہے۔ یہ پہلے بھی واضح کیا گیا ہے کہ قرآن حکیم میں یہود و نصاریٰ کا ذکر محض تاریخ بیان کرنے کے لیے نہیں کیا گیا، بلکہ اس کے ذریعے ہمیں یہ بتایا جا رہا ہے کہ اسلام کے تعلق سے اِن کی دشمنی اور عناد کی روش آئندہ بھی جاری رہے گی، لہٰذا تمہیں اِن سے متنبہ رہنا ہے، اور اِن سے دوستی کی پینگیں بڑھانے سے اجتناب کرنا ہے۔ یہ اسلام کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔ انہیں کبھی دوست نہ بنانا۔ بنی اسرائیل کی تاریخ بیان کر کے اور حق کی تکذیب اور قتل انبیاء جیسے جرائم کے سبب اُن پر آنے والے عذابات کا تذکرہ کر کے دراصل ہمیں آئینہ دکھا دیا گیا ہے۔ ہم پر بھی اللہ تعالیٰ کے کوڑے برستے رہے ہیں۔ اس اعتبار سے ہماری تاریخ اُن سے بہت مشابہ ہے۔ اِس وقت بھی دین سے بے وفائی کی پاداش میں ہم اللہ کے عذاب کی زد میں ہیں۔ وقت کا نمرود و فرعون امریکہ ہمارے سر پر مسلط ہے۔

گزشتہ چند خطابات میں سورۃ المائدہ کے حوالے سے بنی اسرائیل کی جو تاریخ آئی ہے، اُس سب کا تعلق یہود سے ہے۔ انہی کے بارے میں فرمایا گیا کہ اُن پر دو دفعہ اللہ کے عذاب کے کوڑے برسے۔ اُن پر اللہ غضبناک ہوا۔ اُن کی شکلیں تک مسخ کر دی گئیں۔ یہاں تک کہ انہیں بندر اور خنزیر بنا دیا گیا اور وہ بدترین خلائق ہیں۔ اب تک جو کچھ بیان کیا گیا وہ سب یہود کے جرائم تھے۔ نصاریٰ کے جرائم کیا ہیں۔ آیت 72 سے اِن کا ذکر ہو رہا ہے۔

نصاریٰ کے بارے میں یہ سمجھ لیجئے کہ یہ ہیں کون؟ بنیادی طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ماننے والے مسیحی اور عیسائی کہلاتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت بنی اسرائیل ہی میں ہوئی تھی۔ اُن کی دعوت یہود کے لیے تھی۔ قرآن مجید میں اس کی وضاحت موجود ہے، کہ ہم نے بنی اسرائیل کے لیے انہیں رسول بنا کر بھیجا تھا، لیکن بنی اسرائیل میں سے گنتی کے چند ہی لوگ تھے جو اُن پر ایمان لائے۔ بحیثیت مجموعی انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مخالفت کی اور اُن کے مقابلے پر آئے۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت ہوئی، اس وقت یہود کی شرارتیں اپنے عروج پر تھیں۔ بجائے اس کے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لاتے اور ان کی تعلیمات پر عمل کرتے کہ انہی میں سے رسول ہو کر آئے تھے اور معجزات لے کر آئے تھے، مگر دنیا پرستی کے سبب وہ اُن کی مخالفت پر تل گئے۔ یہاں تک کہ انہیں سولی دینے کی آخری حد تک چلے گئے، بلکہ اپنے بس پڑتے انہیں رومی حکمرانوں کے ذریعے سولی چڑھا بھی دیا۔ یہ الگ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی سازش کو ناکام بنا دیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اُٹھا لیا۔ قرآن میں فرمایا گیا کہ ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ﴿۱۵۷﴾ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ﴾ (سورۃ النساء) ”اور انہوں نے عیسیٰ کو قتل نہیں کیا اور نہ انہیں سولی پر چڑھایا بلکہ ان کو ان کی سی صورت معلوم ہوئی۔ اور جو لوگ ان کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں وہ ان کے حال سے شک میں پڑے ہوئے ہیں، اور پیروی ظن کے سوا ان کو اس کا مطلق علم نہیں اور انہوں نے عیسیٰ کو یقیناً قتل نہیں کیا، بلکہ خدا نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا۔“ بنی اسرائیل میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والے چند ہی افراد ملتے ہیں۔ بس یہی چند افراد اُن کے حواریین تھے۔ جب اِن حواریوں پر قافیۂ حیات تنگ ہوا تو انہوں نے عیسائیت کو دوسری اقوام میں پھیلایا۔ چنانچہ عیسائیت اختیار کر کے وہ لوگ بھی نصاریٰ میں شامل ہو گئے۔ معلوم ہوا کہ نسلی اعتبار سے نصاریٰ میں بنی اسرائیل کے لوگ بہت کم ہیں، زیادہ تر لوگ دیگر اقوام کے شامل ہیں۔ بہرحال نصاریٰ کا جرم کیا ہے؟ اس بارے میں فرمایا:

﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ﴾

”وہ لوگ بے شبہ کافر ہیں، جو کہتے ہیں کہ مریم کے بیٹے (عیسیٰ) مسیح اللہ ہیں۔“

عیسائیوں کو انجیل عطا ہوئی تھی۔ انجیل اللہ کی کتاب ہے۔ اللہ کی کتاب کا مرکزی مضمون ہی توحید ہوتا ہے۔ مگر نصاریٰ نے کیا کیا؟ انہوں نے توحید کے اندر نقب لگائی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیا۔ عیسائیت کے ساتھ یہ واردات اُس وقت ہوئی جب حضرت مسیح علیہ السلام کے رفع سماوی کے 50، 60 سال بعد سینٹ پال یہودیت ترک کر کے عیسائیت میں داخل ہوا

اور اُس نے سازش کے تحت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین کو بگاڑا۔ وہ راہب بن کر آیا۔ اس نے پہلے لوگوں پر اپنی روحانیت کا سکہ جمایا، اور پھر تثلیث کا عقیدہ گھڑا کہ حضرت مسیح علیہ السلام اللہ کے صلبی بیٹے ہیں (معاذ اللہ)۔ مذہب کی تاریخ میں اس قدر گھناؤنی جسارت اس سے پہلے کسی نے بھی نہیں کی تھی۔

اگلی آیت میں اللہ نے واضح فرمادیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت دعوتِ توحید ہی تھی، جو ہر نبی اور رسول کی دعوت ہوا کرتی ہے۔ فرمایا:

﴿وَقَالَ الْمَسِيحُ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ۖ إِنَّهُ مَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ ۖ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ ﴿٧٢﴾﴾

"حالانکہ مسیح (یہود سے) یہ کہا کرتے تھے کہ اے بنی اسرائیل اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی (اور جان رکھو کہ) جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرے گا اللہ اس پر بہشت کو حرام کردے گا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔"

حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیمات بہت واضح تھیں۔ وہ تو یہی بتاتے رہے کہ اے بنی اسرائیل! اللہ کی بندگی کرو، وہی میرا اور تمہارا رب ہے۔ بندگی صرف اُسی کی ہونی چاہیے کہ وہی ذات واحد عبادت کے لائق ہے۔ وہ وحدہٗ لاشریک ہے، اور جس کسی نے اللہ کے ساتھ شرک کیا اس پر اللہ نے جنت کو حرام کردیا۔ وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پاسکے گا، اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ اور شرک جیسے ظلم عظیم کا ارتکاب کرنے والوں کی مدد نہیں کی جائے گی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم تو یہ تھی، مگر اُن کے پیروکاروں نے خود انہی کو اللہ کا بیٹا بلکہ معبود بنالیا۔

اگلی آیت میں ہے:

﴿لَّقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ﴾

"وہ لوگ (بھی) کافر ہیں جو اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ تین میں کا تیسرا ہے۔"

آسمانی کتابوں کو مانتے ہوئے توحید کا انکار نہیں کیا جاسکتا تھا۔ چنانچہ عقیدۂ تثلیث کو عیسائیت میں داخل کرنے کے لیے یہ فلسفہ گھڑا گیا کہ توحید اصل میں تین حصوں میں بٹی ہوئی ہے اور تین حصے مل کر ایک بن جاتے ہیں۔ یعنی تین میں ایک، اور ایک میں تین۔ پھر یہ تثلیث بھی عیسائیوں کے ہاں دو طرح سے رائج ہوئی۔ ایک تثلیث وہ تھی جو اللہ، روح القدس اور مسیح کو ملا کر مکمل ہوئی۔ جب الوہیت تین حصوں میں بٹ گئی تو گویا اللہ تعالیٰ ایک تہائی الوہیت کا حصہ دار رہ گیا، حالانکہ اللہ تعالیٰ ہی معبود برحق ہے۔ اُس کی الوہیت میں کوئی شریک نہیں ہے۔ چنانچہ آگے فرمایا:

﴿وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۚ﴾

"حالانکہ اس معبود یکتا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔"

بندگی کے لائق وہی اللہ ہے۔ وہی سب کا خالق و مالک ہے، باقی سب اُس کی مخلوق ہیں، اور مخلوق کبھی بھی معبود، خالق کے ہمسر اور ہم کفو نہیں ہوسکتی۔ تثلیث کا دوسرا تصور اس سے بھی زیادہ مضحکہ خیز تھا۔ یعنی الوہیت اللہ، مریم اور مسیح میں منقسم ہے۔ ان تینوں کو ملائیں تو الوہیت کی تکمیل ہوگی اور "تین میں ایک" کا تصور پیدا ہوجائے گا۔ تثلیث کا عقیدہ ایک ایسا گورکھ دھندا ہے جو نہ سمجھنے کا ہے نہ سمجھانے کا۔ اور عیسائی چونکہ انجیل کو مانتے ہیں اور اپنے آپ کو آسمانی ہدایت سے منسوب کرتے ہیں۔ بنابریں وہ لفظ توحید سے جان نہیں چھڑا سکتے تھے، لہٰذا انہوں نے اس قسم کا عقیدہ گھڑا اور گمراہی کے اندھیروں میں بہت دور جاپڑے۔ انہوں نے بہت بڑی جسارت کی کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیا۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ توحید کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے بعد بھی وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم موحد ہیں اور حضرت مسیح علیہ السلام کے سچے پیروکار ہیں۔ ہم نے انہی کے راستے کو اختیار کر رکھا ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ نے انہیں سخت وعید فرمائی کہ:

﴿وَإِن لَّمْ يَنتَهُوا عَمَّا يَقُولُونَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٧٣﴾﴾

"اگر یہ لوگ ایسے اقوال (وعقائد) سے باز نہیں آئیں گے تو ان میں جو کافر ہوئے ہیں وہ تکلیف دینے والا عذاب پائیں گے۔"

ان لوگوں نے تثلیث کا عقیدہ گھڑا، مسیح علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیا۔ اس سے بڑا کفر و شرک اور کیا ہوگا۔ فرمایا، یہ اس سے باز آجائیں۔ اگر یہ گمراہ کن عقائد سے باز نہ آئیں گے تو انہیں دردناک عذاب مل کر رہے گا۔

﴿أَفَلَا يَتُوبُونَ إِلَى اللَّهِ وَيَسْتَغْفِرُونَهُ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٧٤﴾﴾

"تو یہ کیوں اللہ کے آگے توبہ نہیں کرتے اور اس سے گناہوں کی معافی نہیں مانگتے؟ اور اللہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔"

یعنی آخری اور کامل آسمانی وحی قرآن کی شکل میں نازل ہونے سے ان پر یہ حقیقت کھل گئی ہے کہ تثلیث اور ابنیت مسیح کے عقائد توحید کے سراسر منافی اور کھلا شرک

پریس ریلیز: 09 جنوری 2012ء

اسرائیل سے سفارتی تعلقات کے قیام کا بیان:

مسلمانوں کا دشمن پرویز مشرف ایک بار پھر امریکہ اور اسرائیل کے کاندھوں پر سوار ہو کر پاکستان پر مسلط ہونا چاہتا ہے

حافظ عاکف سعید

جامعہ حفصہ کی معصوم طالبات اور قبائلی مسلمانوں کے قاتل سابق صدر پرویز مشرف کو ایک بار پھر اسرائیل اور یہودیوں کی یاد ستانے لگی ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے ایک بیان میں کہی۔ انہوں نے کہا کہ جنرل پرویز مشرف اقتدار کو استحکام دینے کے لیے ایک ایسی جنگ میں امریکہ کے فرنٹ لائن اتحادی بن گئے جو امریکہ نے مسلمانوں کے قتل عام کے لیے شروع کی تھی اور اُسے کروسیڈ کا نام دیا تھا۔ انہوں نے پاکستان کے مفادات کا سودا کرتے ہوئے امریکہ کی خفیہ ایجنسی سی آئی اے کو پاکستان میں کام کرنے کی کھلی چھٹی دے دی جس سے دہشت گردی عام ہوگئی اور پاکستان کا امن تباہ ہوگیا۔ پاکستان اب تک اپنے پینتیس ہزار شہریوں کو اس بے مقصد جنگ کی نذر کرچکا ہے اور 70 ارب ڈالر کا مالی نقصان بھی کرچکا ہے۔ مسلمانوں اور پاکستانیوں کا یہ دشمن پرویز مشرف ایک بار پھر مسلمانوں کے قاتل امریکہ اور اسرائیل کے کاندھوں پر سوار ہوکر پاکستان پر مسلط ہونا چاہتا ہے۔ اسی لیے وہ اسرائیل سے سفارتی تعلقات اور مراسم قائم کرنے کی بات کر رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ پرویز مشرف کو صرف اس لیے پاکستان آنا چاہیے کہ وہ سانحہ لال مسجد اور قبائلیوں کے قتل عام کے الزام پر خود کو انصاف کے حوالے کرے۔ ہم توقع کرتے ہیں کہ ان جرائم کے ارتکاب پر ہماری عدلیہ اُسے ایسی سزا دے گی جو آنے والے حکمرانوں کے لیے بھی عبرت کا باعث بنے گی۔ (جاری کردہ مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی پاکستان)

ہیں جو اللہ کے غضب کو بھڑکانے کا باعث ہیں۔ اگر یہ اب بھی توبہ کرلیں اور ان سے باز آجائیں تو اللہ تعالیٰ بڑا غفور و رحیم ہے۔ وہ اتنے بڑے جرم کو بھی معاف کرنے کے لیے تیار ہے۔ اگر چہ یہ جرم بہت سنگین، اور بہت گھناؤنا ہے، مگر توبہ سے معاف ہوسکتا ہے۔

آگے فرمایا کہ حضرت مسیح تو اللہ کے رسول تھے، وہ ہرگز الوہیت میں شریک نہ تھے۔

﴿مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ۭ﴾

”مسیح ابن مریم تو صرف (اللہ کے) پیغمبر تھے۔ ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے تھے۔ اور ان کی والدہ (مریم اللہ کی ولی اور) سچی فرماں بردار تھیں۔“

یہی انداز سورۂ آل عمران میں نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے بھی آیا ہے۔ ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ﴾ (آل عمران:144) تو مسیح علیہ السلام یقیناً اللہ کے رسول تھے۔ اُن سے پہلے بھی بہت سے رسول ہوگزرے۔ وہ رسولوں کی ایک جماعت کے فرد تھے۔ ان کی والدہ صدیقہ تھیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام منصب رسالت پر فائز تھے اور اُن کی والدہ منصب صدیقیت پر۔ اسی حوالے سے علماء نے لکھا ہے کہ رسالت اور نبوت صرف مردوں کے لیے ہے۔ کسی خاتون کو یہ منصب نہیں ملا۔ حضرت مریم علیہا السلام کا ذکر قرآن میں کئی بار بڑے اہتمام کے ساتھ آیا ہے، لیکن وہ رسول یا نبی نہیں تھیں، وہ صدیقہ تھیں۔ صدیقیت نبوت و رسالت سے نیچے کا ایک مقام ہے۔ اس سے نیچے شہادت اور پھر اس سے نیچے صالحیت کا مقام ہے۔ یہی چار کیٹگریز ہیں یعنی رسول، صدیق، شہید اور صالحین جن کا ذکر قرآن میں آیا ہے۔

آگے ایک بات ایسی کہی گئی ہے جس پر آدمی چونک اُٹھتا ہے۔ لیکن پھر جب اس کی معنویت سامنے آتی ہے تو واقعی دل گواہی دیتا ہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ فرمایا:

﴿كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ۭ﴾

”دونوں (انسان تھے اور) کھانا کھاتے تھے۔“

یعنی نصاریٰ، تم نے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معبود کا مقام دے دیا، حالانکہ وہ تو اپنی زندگی برقرار رکھنے کے لیے بھی کھانے کے محتاج تھے۔ انہیں کھانے کی احتیاج لاحق تھی۔ ان کو بھوک لگتی تھی۔ پھر یہ کہ دوسرے تمام بشری تقاضے بھی ان کے ساتھ تھے۔ اور وہ الٰہ کیسے ہوسکتا ہے جو خود ضرورت مند ہو۔ ذرا اسی نکتے پر غور کرلو، تمہاری ساری غلط فہمیاں دور ہوجائیں گی۔

آگے فرمایا:

﴿اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ؀﴾

”دیکھو ہم ان لوگوں کے لئے اپنی آیتیں کس طرح کھول کھول کر بیان کرتے ہیں، پھر (یہ) دیکھو کہ کدھر اُلٹے جارہے ہیں۔“

آگے فرمایا:

﴿قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ۭ وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ؀﴾

”کہو کہ تم اللہ کے سوا ایسی چیز کی کیوں پرستش کرتے ہو جس کو تمہارے نفع اور نقصان کا کچھ بھی اختیار نہیں؟ اور اللہ ہی سب کچھ سنتا جانتا ہے۔“

یعنی یہ کتنی نامعقول بات ہے کہ تم اللہ کے سوا ان کی بندگی کرتے ہو جو نہ تمہیں کوئی نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ کوئی نفع پہنچانے کا اختیار رکھتے ہوں۔ تمام اختیارات کا مالک تو صرف اللہ ہے۔ کسی کے پاس بھی کوئی اختیار نہیں۔ کوئی کسی کو نقصان پہنچانے یا نفع پہنچانے پر قادر نہیں۔ سب کچھ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اور اللہ ہے سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔

﴿قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ﴾

”کہو کہ اے اہل کتاب! اپنے دین (کی بات) میں ناحق مبالغہ نہ کرو۔“

یاد رہے کہ لفظ ”اہل کتاب“ یہود و نصاریٰ دونوں کا جامع ہے، کیونکہ یہود کو بھی کتاب ملی تھی یعنی تورات، اور نصاریٰ کو بھی کتاب ملی یعنی انجیل۔ لیکن جب بنی اسرائیل کہا جاتا ہے تو اس سے مراد یہود ہوتی ہے، اور جب نصاریٰ کہا جاتا ہے تو اس سے مراد عیسائی ہیں۔ یہاں فرمایا کہ اپنے دین میں ناحق کا غلو اور مبالغہ آرائی نہ کرو۔ بلاشبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے رسول ہیں۔ ان کا مقام بہت بلند ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بڑے بڑے معجزے عطا کیے تھے۔ خود ان کی ولادت بھی معجزہ تھی کہ اللہ نے انہیں بن باپ کے پیدا کیا۔ لیکن انہیں الوہیت میں شریک کردینا، یہ غلو کی انتہا ہے، جس سے تمہیں بہر صورت اجتناب کرنا ہے۔ ہم مسلمان نبی آخر الزماں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی امت ہیں۔ آپ رحمۃ للعالمین ہیں۔ آپ کے مقام بلند کے بارے میں ہم صرف یہی کہہ سکتے ہیں کہ ”بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر“ اور اس میں کوئی شک ہی نہیں، لیکن اگر ہم آپ کو الوہیت میں شامل کردیں یا کسی بھی اعتبار سے اللہ کا ہمسر قرار دے دیں، تو یہ غلو ہوگا اور شرک ہوجائے گا۔ آپ اللہ کے رسول ہیں، لیکن ہیں اللہ کے بندے۔ اسی لیے ہم مسلمان اِس بات کا اقرار کرتے اور یہ شہادت دیتے ہیں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ عیسائیوں نے ایک بندے کو اُٹھا کر اِلٰہ بنادیا۔ یہ غلو کی انتہا ہے، جس سے یہاں روکا جارہا ہے۔

﴿وَلَا تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَاۗءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَاۗءِ السَّبِيْلِ ؀﴾

”اور ایسے لوگوں کی خواہشوں کے پیچھے نہ چلو جو (خود بھی) پہلے گمراہ ہوئے اور اور بھی اکثروں کو گمراہ کر گئے اور سیدھے راستے سے بھٹک گئے۔“

اور دیکھو اے عیسائیو! تم اُس قوم کا اتباع نہ کرو جو اس سے پہلے بھی بھٹکتے رہے اور انہوں نے بہت سوں کو گمراہ کیا اور وہ سیدھے راستے سے بہت ہی دور پڑے ہوئے ہیں۔ یہ یہود ہیں۔ تم ان کے پیچھے پڑ رہے ہو۔ تم ان کی باتوں میں آگئے ہو۔ ان کو اپنا دوست بنا لیا۔ یہود ہی میں ایک پال نامی شخص تھا، جس نے تمہارے دین کا حلیہ بگاڑا، مگر حیرت ہے تم پر کہ اس کے پیچھے چل پڑے اور توحید کو چھوڑ کر تثلیث اختیار کرلی۔ اور اب جبکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیٔ برحق کو مبعوث فرمایا ہے اور یہود حسد اور تکبر کی وجہ سے آپ کی مخالفت کر رہے ہیں تو تم بھی اس معاملے میں یہود کے پیچھے چل پڑے ہو۔ لہٰذا اب یہود و نصاریٰ دونوں کو بریکٹ کردیا گیا۔ سورۃ الفاتحہ میں ان دونوں کے لیے الفاظ آئے ہیں: ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّاۗلِّيْنَ﴾ علماء کا اتفاق ہے کہ ”مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ“ سے مراد یہود ہیں اور ”الضَّاۗلِّيْنَ“ سے مراد عیسائی ہیں۔ مسلمانوں کو قیامت تک کے لیے روک دیا گیا کہ ان کو بھی دوست نہ سمجھیں، ان کو ہرگز دوست نہ بنائیں۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔ اگرچہ ایک زمانے میں ان کی دشمنی بڑی سخت تھی، لیکن اسلام کے خلاف اس وقت بھی یہ اکٹھے تھے اور آج بھی متحد ہیں، بلکہ اپنی ساری رقابتیں اور رنجشیں بھلا کر، اپنی سابقہ تاریخ کو فراموش کرکے یہ مسلمانوں کے خلاف بالکل یکجان دو قالب ہوچکے ہیں۔ ان کا تمام تر اتحاد اہل اسلام کے خلاف ہے۔ یہ مضمون ابھی چل رہا ہے اور اگلے رکوع میں اس کی تکمیل ہوجائے گی۔ اس رکوع کا مطالعہ ان شاء اللہ اگلے جمعہ کو ہوگا۔

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

میاں صاحب، اب بھی وقت ہے!

ضمیر اختر خان

جنرل ضیاء الحق مرحوم کے طویل دورِ اقتدار کے اختتام پر پاکستان کی سیاست بڑی حد تک دو جماعتوں میں تقسیم ہوگئی تھی۔ ایک ذوالفقار علی بھٹو کی قائم کردہ پیپلز پارٹی اور دوسری پاکستان کی خالق جماعت مسلم لیگ جس کی قیادت ضیاء الحق مرحوم کے جانشین میاں محمد نواز شریف کے پاس تھی۔ یہ دونوں جماعتیں اقتدار کی کشاکش میں آپس میں دست و گریباں رہیں۔ دونوں نے دو دو بار اقتدار حاصل کیا، مگر دونوں سے اچھی حکمرانی نہ ہوسکی۔ پیپلز پارٹی تو تیسری مرتبہ اقتدار میں ہے مگر اس دفعہ بھی وہ اچھی حکمرانی کی مثال قائم نہیں کرسکی اور اپنی رسوائی کا بھرپور سامان کررہی ہے۔ میاں صاحب پھر حصول اقتدار کے لیے جدوجہد کررہے ہیں۔ ہم ان کے دوسرے دورِ حکمرانی کے حوالے سے ان سے کچھ گزارشات کرنا چاہتے ہیں۔ مقصد ان معروضات سے صرف خیر خواہی ہے۔ انداز میں تلخی یا ترشی ہو تو پیشگی معذرت چاہتے ہیں۔

ہمارے خیال میں پاکستان کی سیاست کے حوالے سے زیادہ قابلِ افسوس کردار میاں محمد نواز شریف صاحب کا ہے۔ وہ جب دوسری بار برسرِ اقتدار آئے تھے تو ان کے پاس پارلیمان میں دو تہائی اکثریت تھی اور پاکستان کے سب سے بڑے صوبے کی حکومت بھی ان کے پاس تھی۔ ان کے لیے یہ سنہری موقع تھا کہ وہ پاکستان کو قائداعظم کے تصورات کے مطابق خلافت راشدہ کا نمونہ بناسکتے تھے، لیکن وہ ہمت نہ کرپائے۔ ان کے والد میاں محمد شریف صاحب مرحوم و مغفور کی بھی خواہش تھی کہ ان کے بیٹے اس کارِ خیر میں اپنا رول ادا کریں۔ میاں محمد شریف صاحب مرحوم کو اس وقت ایک مردِ درویش نے، جسے دنیا ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے جانتی ہے، بیٹوں کی اس کامیابی کے حوالے سے ایک مراسلے کے ذریعے متوجہ کیا تھا کہ وہ اپنا اثر و رسوخ استعمال کرکے انہیں آمادہ کریں کہ پاکستان کے مقصدِ وجود کو سامنے رکھتے ہوئے اسے ایک اسلامی فلاحی ریاست بنانے کی طرف پیش قدمی کریں۔ ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ کی اس پکار پر میاں صاحب نے جس والہانہ انداز میں لبیک کہا وہ ان کی دینِ اسلام سے محبت اور پاکستان سے وفاداری اور اس کے مقصدِ وجود سے آگاہی کا بین ثبوت ہے۔ انہوں نے اپنے تینوں صاحبزادوں (میاں محمد نواز شریف، میاں شہباز شریف، میاں عباس شریف) کو ساتھ لیا اور ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں پہنچ گئے۔ اس ملاقات میں یہ طے پایا تھا کہ پہلے مرحلے میں دستوری طور پر معاملات کو ٹھیک کیا جائے گا۔ اس لیے کہ کسی بھی ملک میں اہم ترین دستاویز اس کا دستور ہوتا ہے۔ دستوری ترمیم لانے پر اتفاق ہوا اور میاں محمد شریف صاحب کی موجودگی میں ان کے صاحبزادگان نے وعدہ کیا تھا کہ وہ اس پر عمل درآمد کریں گے۔ اس کے بعد بڑے میاں صاحب بیمار ہوگئے تھے اور علاج معالجے کے لیے انگلستان چلے گئے تھے۔ واپسی پر ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ نے انہیں وعدہ یاد دلایا تو میاں صاحب مرحوم دوبارہ اپنے تینوں صاحبزادوں سمیت ڈاکٹر صاحب کے پاس تشریف لے گئے۔ اس دفعہ بعض عملی اقدامات بھی زیرِ بحث آئے جس پر میاں شہباز شریف نے سود کے خاتمے کے لیے تین سال کی مہلت مانگی۔ ڈاکٹر صاحب نے ایک سال کی مدت کو کافی قرار دیا۔ اس پر میاں محمد شریف صاحب نے اپنے صاحبزادوں کو حکم دیا کہ یہ صرف چھ ماہ میں ختم کیا جائے۔ کاش سعادت مند بیٹوں کی طرح شریف برادران اپنے والد کا حکم بجالاتے تو تاریخ انہیں وہ مقام دیتی جو قائداعظم اور علامہ اقبال کا ہے۔ ہم نے سنا تھا کہ شریف برادران اپنے والد مرحوم کے بڑے فرماں بردار اور اطاعت شعار تھے لیکن افسوس کہ اپنے والد کے ایک ایسے حکم کی وہ پاسداری نہ کرسکے جو اللہ جل جلالہ کے حکم کے عین مطابق تھا۔ اولاد اللہ کے حکم کے خلاف تو والدین کے حکم کی تعمیل نہیں کرسکتی مگر یہاں تو والد کا حکم ماننا اس لیے بھی واجب تھا کہ وہ دراصل اللہ کا حکم تھا۔ شریف برادران کا یہ ایک ایسا جرم ہے جس کی سزا اللہ نے انہیں اس طرح دی کہ اپنے ہی مقرر کردہ فوجی ملازم کے ہاتھوں اقتدار سے محروم ہونا پڑا اور ان کی تذلیل بھی ہوئی اور طویل جبری جلاوطنی کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ اس دوران معلوم نہیں کہ انہوں نے ان اسباب و علل پر غور کیا کہ نہیں کہ وہ دو تہائی اکثریت کے باوجود اقتدار سے کیوں بے دخل ہوئے۔

اب بھی وقت ہے کہ وہ اس پر غور فرمائیں کہ جس وعدہ خلافی کی پاداش میں انہیں اقتدار سے محروم کیا گیا اگر وہ وعدہ پورا کریں تو اللہ پھر انہیں اقتدار عطا فرماسکتا ہے۔ البتہ اقتدار ہے بڑی آزمائش۔ جس کو آخرت کی جوابدہی کا احساس ہو، وہ کبھی اقتدار کے حصول کے لیے کوشش نہیں کرے گا۔ ہاں اللہ طلب کے بغیر دے دے تو پھر اس کو امانت سمجھ کر اس کا حق ادا کرنا پڑتا ہے۔ میاں صاحب کے حالیہ بیانات سے ایسا لگتا ہے کہ انہیں اقتدار کی شدید طلب ہے لیکن مقصد واضح نہیں کہ وہ اس بار اقتدار میں آکر کیا کریں گے۔ اگر تو ماضی کی طرح اقتدار کے مزے لوٹنے کا ارادہ ہے تو خوب جان لیجیے کہ اللہ کی گرفت بڑی سخت ہے۔ سنجیدگی سے اپنی سیاست کا جائزہ لیجیے کہ اگر آپ کی سیاست کا محور اللہ کے دین کا نفاذ نہیں ہے تو اپنے آپ کو آزمائش میں نہ ڈالیے۔ اگر آپ اپنے والد صاحب کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے پاکستان کو ایک اسلامی فلاحی ریاست بنانے کا عزم رکھتے ہیں تو بسم اللہ، اپنی جدوجہد جاری رکھیے، اللہ آپ کو موقع عنایت فرمائے گا۔ یاد رکھیے، قومیں اپنے نظریات کی بنیاد پر اپنا نظامِ حکومت ترتیب دیتی ہیں۔ ہم مسلمان ہیں۔ ہمارا اپنا بہترین نظامِ حکومت و سیاست ہے، جس کا مرکزی نکتہ عدلِ اجتماعی ہے۔ اس نظام میں حق حکمرانی صرف اللہ کا ہے۔ بندوں کی حیثیت اللہ کے نائب کی ہے۔ حکومت ایک امانت ہے جس کے ذریعے اللہ کے احکام کی تنفیذ کے ساتھ ساتھ اللہ کے بندوں کی فلاح و

بہبود کی جاتی ہے۔ نظریات کو پس پشت ڈال کر ترقی کے خواب دیکھنا جنت الحمقاء میں رہنے کے مترادف ہے۔

کل ہی میاں محمد نواز شریف صاحب کا بیان آیا ہے کہ ہم برسر اقتدار آ کر سڑکوں کا جال بچھا دیں گے۔ سڑکوں کے جال سے پہلے اپنا قبلہ درست کیجیے۔ پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے مقصد کو پورا کیجیے۔ کیا آپ بھول گئے کہ پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ ہے۔ اور لا الٰہ الا اللہ کا دوسرا جز محمد رسول اللہ ہے۔ آپؐ کا لایا ہوا دین و شریعت غلبہ کا متقاضی ہے۔ اِسی کے لیے ہم نے یہ ملک حاصل کیا تھا۔ خدارا! اسلام کے نظام عدل اجتماعی کے قیام کی طرف توجہ دیجئے۔ اِس کے تقاضے پورے کیے بغیر نہ ہمارے معاشی مسائل حل ہو سکتے ہیں اور نہ ہی دیگر سماجی و سیاسی مسائل ہمارا پیچھا چھوڑیں گے۔ اللہ کی زمین پر رہتے ہوئے پہلے اللہ سے سازگاری پیدا کرنی پڑے گی۔ اللہ کے احکام سے روگردانی اختیار کر کے اگر کسی کا خیال ہے کہ وہ چین وسکون پائے گا تو یہ اس کی بھول ہے۔ آیئے، سب سے پہلے اللہ کی جناب میں توبہ کریں اور انفرادی سطح پر اس کے احکام کی بجا آوری کا اہتمام کریں اور اجتماعی معاملات اس کے دیئے ہوئے نظام کے مطابق چلائیں۔ اس وقت اندرونی و بیرونی جتنے مسائل ہیں ان کا اصل سبب اسلام سے روگردانی اور اللہ سے کیے ہوئے وعدے کی خلاف ورزی ہے، جو من حیث القوم ہم سے سرزد ہوئی ہے۔ اس کا علاج وعدہ کا ایفا کرنا ہے۔ میاں محمد نواز شریف اس ضمن میں قائدانہ کردار ادا کر سکتے ہیں۔ وہ ماشاء اللہ ایک تجربہ کار سیاست دان ہیں۔ وہ پاکستان کی قسمت سنوار سکتے ہیں۔ ان کا گھرانہ مشرقی طور واطوار کا حامل ہے۔ ان کے والد صوم وصلوۃ کے پابند تھے۔ خود شریف برادران میں محبت رسول ﷺ کے جذبات پائے جاتے ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہم سب نے اللہ کی عدالت میں پہنچنا ہے۔ زندگی کا کوئی بھروسا نہیں، کسی بھی وقت زندگی کی شام ہو سکتی ہے۔ اللہ ہم سب کو اپنے حصے کا کام اپنے اپنے مقام و مرتبے کے مطابق جلد از جلد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

خلافت فورم

☆ NRO پر عمل درآمد کے حوالے سے سپریم کورٹ کا یہ کیسا فیصلہ ہے، جس میں حکم نہیں بلکہ چھ آپشنز دیئے گئے ہیں؟
☆ کیا چھٹا آپشن دے کر عدالت نے اپنے مینڈیٹ سے تجاوز نہیں کیا؟
☆ عدالت عالیہ نے کس بنیاد پر قرار دیا کہ وزیر اعظم دیانت دار نہیں رہے؟
☆ آئین کا آرٹیکل 62F کیا ہے؟
☆ کیا پاکستان پیپلز پارٹی کے ہاکس عدلیہ کو اُکسا کر اور تضحیک کر کے سیاسی شہید بننا چاہتے ہیں؟
☆ کیا وزیر اعظم نے حلف اُٹھانے کے باوجود آئین پاکستان کی خلاف ورزی کر کے اللہ سے وعدہ خلافی نہیں کی؟
☆ سیکرٹری دفاع کی فوری برطرفی اور ٹرپل ون بریگیڈ کے کمانڈر کا تبادلہ، حالات کیا رخ اختیار کرتے نظر آ رہے ہیں؟
☆ پاکستان کو نت نئے بحرانوں سے مستقل نجات کیسے مل سکتی ہے؟

ان سوالات کے جواب تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ
www.tanzeem.org "خلافت فورم" میں دیکھیے

تجزیہ کار : جناب بریگیڈیئر (ر) ڈاکٹر غلام مرتضیٰ
جناب ایوب بیگ مرزا (ناظم نشر واشاعت تنظیم اسلامی)

میزبان : وسیم احمد

پروگرام کے بارے میں اپنی آراء وتجاویز media@tanzeem.org پر ای میل کریں

پیشکش: شعبہ سمع و بصر مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ

- از روئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟
- ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
- نیکی، تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تو مرکزی انجمن خدام القرآن کے جاری کردہ مندرجہ ذیل خط و کتابت کورسز سے فائدہ اٹھایئے:

(1) قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی کورس
(2) عربی گرامر کورس (I، II، III)
(3) ترجمہ قرآن کریم کورس

مزید تفصیلات اور پراسپکٹس (مع جوابی لفافہ) کے لئے رابطہ:

شعبہ خط و کتابت کورسز
قرآن اکیڈمی 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 3-35869501
E-mail: distancelearning@tanzeem.org

اکثریت حق کا معیار نہیں!

حافظ محمد مشتاق ربانی

کسی رائے کے حق میں لوگوں کا زیادہ ہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ رائے درست ہو۔ حق کا معیار اوّلین طور پر کتاب وسنت ہے۔ جو بات اس کے مطابق ہے وہ درست ہے اور جو کتاب وسنت کے خلاف ہے وہ غلط ہے، چاہے اس کو عظیم اکثریت کی حمایت حاصل ہو۔ حق کو پرکھنے کے حوالے سے بدقسمتی سے یہ کسوٹی بن چکی ہے کہ اس بات کو کثیر لوگوں کی تائید حاصل ہے، حالانکہ قرآن حکیم میں اکثریت کو راہِ حق سے منحرف کہا گیا ہے۔ ارشاد ہے:

﴿وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ۝﴾ (الانعام:116)

''اور (اے محمد ﷺ) اگر تم ان لوگوں کی اکثریت کے کہنے پر چلو جو زمین میں بستے ہیں تو وہ تمہیں اللہ کے راستہ سے بھٹکا دیں گے۔ وہ تو محض گمان پر چلتے اور قیاس آرائیاں کرتے ہیں۔''

اس آیت میں خطاب تو آنجنابؐ سے ہے لیکن اس کی مخاطب تمام امت ہے کہ معاشرے کی اکثریت سیدھے راستے پر نہیں ہوتی۔ عوام تو بھیڑ چال کی طرح ہوتے ہیں، لہٰذا ان کی کثیر تعداد کا لحاظ کر کے غلط اور درست کا فیصلہ کرنا غیر مناسب ہے۔ ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ﴾ (المائدۃ:100)

''(اے پیغمبرؐ، ان لوگوں سے) کہہ دیجیے، کیا خبیث اور طیب ایک جیسے ہو سکتے ہیں؟ اگرچہ خبیث کی کثرت آپ کو بھلی ہی کیوں نہ لگے۔''

قرآن حکیم میں ایسی کئی آیات ہیں جن میں بتایا گیا ہے کہ زیادہ لوگ سیدھے راستے پر نہیں ہوتے جیسے فرمایا:

﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝﴾ (النحل:38)

''اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ہیں۔''

ایک مقام پر یوں ہوا ارشاد ہوا:

﴿وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝﴾ (یوسف:103)

''اور بہت سے لوگ گو تم (کتنی ہی) خواہش کرو ایمان لانے والے نہیں ہیں۔''

یہ دو تین آیات بطورِ مثال ذکر کی ہیں ورنہ قرآن میں بہت سی ایسی آیات ہیں جن میں عوام کی اکثریت کا حال بہتر نہیں بتایا گیا ہے۔ عبدالرحمٰن کیلانی اپنی کتاب ''مغربی جمہوریت اور پاکستان میں موجودہ انتخابات'' میں لکھتے ہیں: ''یہ تو ایک مسلمہ اُصول ہے کہ کسی بھی معاشرہ میں ذی شعور و دانشمند طبقہ کی تعداد قلیل ہوتی ہے اور اکثریت ''عوام کالانعام'' کے زمرہ میں شامل ہوتی ہے۔ بالفاظ دیگر اسے ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ حق کا ساتھ دینے والوں کی تعداد ہمیشہ قلیل ہوا کرتی ہے جبکہ اکثریت اپنی حیوانی اور شہوانی خواہشات کی تکمیل کے درپے ہوا کرتی ہے۔''

آج کسی شخص سے کسی مسئلہ پر بات کریں کہ یہ بات قرآن وسنت کے مطابق درست نہیں ہے، تو وہ فوراً کہتا ہے کہ کیا سارے لوگ غلط ہیں، اتنے لوگ اس پر عمل کرتے ہیں، ہر شخص کیسے غلط ہو سکتا ہے۔ ارے بھئی! حق اکثریت کا محتاج نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی بات درست ہو لیکن اس کی حمایت میں چند اشخاص ہوں جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں آتا ہے کہ وہ کسی دور میں اکیلے ہی مؤمن تھے اور تمام انسان کافر تھے۔ یہ بات بعض مفسرین کرام نے اس آیت کی تفسیر میں بیان کی ہے: ﴿اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً﴾ (النحل:120)

''بے شک ابراہیمؑ ایک امت تھے۔'' اس بات کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ کسی غلط بات کی تائید کے لیے کثیر تعداد میں لوگ اکٹھے ہو جائیں۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اکیلے تھے لیکن مشرکین کثیر تعداد میں تھے۔ اسی طرح جس ''مذہب'' کو آج ہم ریاستی سطح پر اختیار کیے ہوئے ہیں، وہ جمہوریت ہے۔ اس جمہوریت کا سب سے نمایاں خاصہ غالب اکثریت ہے۔ کسی رائے کو اگر غالب اکثریت حاصل ہے تو وہ بات قانون کا درجہ حاصل کرے گی۔ گویا جمہوریت کو ہم نے حاکم، الٰہ بنایا ہوا ہے۔ علامہ اقبال اس جمہوریت سے بڑے نالاں ہیں، اور وہ اس کو بادشاہی و مطلق العنانی ہی سمجھتے ہیں:

ہے وہی سازِ کہن مغرب کا جمہوری نظام
جس کے پردوں میں نہیں غیر از نوائے قیصری
دیو اِستبداد جمہوری قبا میں پائے کوب
تو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری
اس سراب رنگ و بو کو گلستاں سمجھا ہے تو
آہ! اے ناداں قفس کو آشیاں سمجھا ہے تو

سورۃ الانعام کی آیت 116 میں اکثریت کی اطاعت کا نتیجہ گمراہی بتایا گیا ہے، اس سے پہلے آیت 114 میں غیر اللہ کو حاکم بنانے کو غیر معقول عمل قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد ہے: ﴿اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا﴾ (الانعام:114)

''(کہو) کیا میں اللہ کے سوا اور حاکم تلاش کروں حالانکہ اُس نے اتاری تمہاری طرف مفصل کتاب'' یہ کتاب واضح کرتی ہے کہ غیر اللہ کو حاکم بنانا شرک ہے۔ اس شرک میں موجودہ دور کی مسلمان ریاستیں ملوث ہیں (الا ماشاء اللہ) کیونکہ وہ غیر اللہ کی حاکمیت کے تصور پر مبنی جمہوریت کو بطور نظام اختیار کیے ہوئے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اکثریت کی بنیاد پر فیصلہ سازی نہ کریں بلکہ دلائل وبراہین کی بنا پر قانون سازی کریں۔ جمہوریت کے بارے میں اقبال فرماتے ہیں ؎

جمہوریت اک طرزِ حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

موجودہ جمہوریت کی ایک ہی خصوصیت سامنے لائی جاتی ہے کہ یہ اکثریت کی حکومت ہوتی ہے، حالانکہ

یہ خصوصیت فی نفسہ ایک عیب ہے۔ اس بارے میں فاتک عزیز چوہدری اپنی کتاب ''جمہوریت، نمائندگی اور نظام انتخابات'' میں لکھتے ہیں: ''(جمہوریت میں) افراد کی عددی اکثریت ہر قسم کے فیصلے کرنے میں آزاد ہوتی ہے اور فی الواقع اس اُصول کی بنا پر جمہوریت وہ جمہوریت نہیں رہ جاتی جو شخصی آزادی اور وقار کی ضمانت بنتی ہے اور جس میں معاشرہ کے مسائل تمام افراد کی نگرانی میں طے پاتے ہیں، بلکہ اکثریت کی بے رحمانہ آمریت میں بدل جاتی ہے۔ یہ اکثریت اقلیت کے مقابلے میں اپنے آپ کو ہر لحاظ سے بااختیار سمجھتی ہے اور اپنا حق گردانتی ہے کہ اسے وہ سب کچھ کرنا چاہیے کہ جو کچھ چاہتی ہے، خواہ اس کے فیصلے اقلیت کے لیے کتنے ہی ناقابل قبول کیوں نہ ہوں، بلکہ وہ اس امر کی قائل ہوتی ہے کہ اقلیت کو اس کے کسی فیصلے کے سامنے چوں چراں تک کی مجال نہیں۔''

یہ کوئی دانشمندی نہیں کہ دیکھا جائے کہ کسی بات کے حق میں کتنے لوگوں نے ووٹ دیا ہے، بلکہ دانش مندی یہ ہے کہ رائے دینے والے شخص کو دیکھا جائے کہ وہ کس معیار کا ہے۔ اس کا مقام و مرتبہ کیا ہے؟ اس کا کردار کیسا ہے؟ اس کی سوچ کی سطح کتنی بلند ہے؟ وہ کس سطح کی تعلیم رکھتا ہے؟ ان پہلوؤں کو سامنے رکھ کر اگر نمائندگان کا انتخاب کیا جائے تو پھر منتخب نمائندگان قابلِ اعتبار ہوں گے۔

سوال یہ ہے کہ اگر اکثریت حق کو پہچاننے کا معیار نہیں تو پھر کیسے حق کو جانچا جائے۔ اس حوالے سے واضح ہے کہ حق کسی مخفی شے کا نام نہیں بلکہ حق واضح اور روشن حقیقت کا نام ہے۔ اس کو پہچاننا کوئی بہت دشوار کام نہیں۔ صرف بصیرت کی ضرورت ہے۔ امام فراہیؒ سورۃ العصر کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''حق اصل میں موجود و قائم کو کہتے ہیں لیکن استعمال کے لحاظ سے اس کے معانی مختلف ہو گئے ہیں۔ کم از کم تین معنوں میں تو اس کا استعمال عام ہے۔

① وہ بات جس کا واقع ہونا قطعی ہو۔

② وہ بات جو عقل کے نزدیک مسلم ہو۔

③ وہ بات جو اخلاقاً واجب ہو۔

یہ تینوں امور حق جاننے کا بہترین ذریعہ ہیں۔ کتاب و سنت کی دلیل ان تینوں امور کے لیے یکساں کفایت کرتی ہے، کیونکہ یہ دلیل بیک وقت یقینی ہوگی، عقل پر پورا اُترتی ہوگی اور اخلاقی لحاظ سے ممدوح ہوگی۔

بعض مسائل اور حالات میں اکثریت کی رائے کو اقلیت پر فوقیت بھی حاصل ہے لیکن ایسا تب ہوگا جب ایک صالح معاشرہ ہو، جس میں دینی و دنیوی تعلیم سے آراستہ لوگ موجود ہوں، ان پر کوئی دباؤ نہ ہو، بغیر کسی دباؤ کے وہ سوچتے ہوں۔ ان حالات میں اکثریت کی رائے کو ایک درجہ حاصل ہوگا اور اس رائے کو کثیر لوگوں کی حمایت حاصل ہونے کا کریڈٹ ملے گا۔

نظام جمہوریت کے بارے میں مسلمان مفکرین کو بہت سے تحفظات ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا اس سے مکمل طور پر چھٹکارا پایا جا سکتا ہے۔ ایسا کرنا آسان دکھائی نہیں دیتا ہے، کیونکہ اسلام کا مزاج بھی شورائی ہے۔ اسلام بھی جمہور کو کلی طور پر نظر انداز نہیں کرتا، لہٰذا اس کو اختیار کرنے کی صورت میں اسلامی اصولوں کو مدنظر رکھ کر اس سے فائدہ اُٹھایا جا سکتا ہے، جیسے نمائندگان کے انتخاب کے حوالے سے۔ لیکن قانون سازی کے حوالہ سے ایک اسلامی ریاست میں محکماتِ دین پر رائے شماری ہی نہیں بحث بھی نہیں ہو سکتی، البتہ شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے روزمرہ کے معاملات کو عصرِ حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کے لیے قانون سازی کی جا سکتی ہے اور اِس قانون سازی میں صرف کتاب و سنت ہی معیار ہوگی، جس کا اظہار ہم قراردادِ مقاصد میں کر چکے ہیں کہ قرآن و سنت سے بالاتر کوئی قانون نہیں بنایا جا سکتا۔

النصر لیب
An ISO 9001:2008 QMS Certified Lab.

ایک ہی چھت کے نیچے معیاری ٹیسٹ، ڈیجیٹل ایکسرے، ای سی جی اور الٹراساؤنڈ کی جدید اقسام، کلر ڈاپلر، 4-D، T.V.S، ایکوکارڈیوگرافی، Lungs Function Tests اور Digital Dental (OPG) X-Ray کی سہولیات

ہیپاٹائٹس بی اور سی کے بڑھتے ہوئے امراض کے پیش نظر عوام الناس کے لیے کم قیمت میں ٹیسٹ کروانے کی سہولت

خواتین کے لیے لیڈی الٹراسونولوجسٹ کی سہولت مہیا کر دی گئی ہے۔

خصوصی پیشکش

مکمل میڈیکل چیک اپ

الٹراساؤنڈ (پیٹ)، ایکسرے (چیسٹ) ای سی جی، ہیپاٹائٹس بی اور سی کے ٹیسٹ (Elisa Method)، مکمل بلڈ، اور مکمل یورن، بلڈ گروپ، بلڈ شوگر، جگر، گردے، دل اور جوڑوں سے متعلقہ متعدد بلڈ ٹیسٹ شامل ہیں۔

صرف -/3500 روپے میں

تنظیم اسلامی کے رفقاء اور ندائے خلافت کے قارئین اپنا ڈسکاؤنٹ کارڈ لیبارٹری سے حاصل کریں۔ ڈسکاؤنٹ کارڈ کا اطلاق خصوصی پیکج پر نہیں ہوگا۔

نوٹ: لیب اتوار اور عام تعطیلات پر کھلی رہتی ہے

950-B فیصل ٹاؤن، مولانا شوکت علی روڈ نزد راوی ریسٹورنٹ لاہور

Ph: 3 516 39 24, 3 517 00 77 Fax: 3 516 21 85

Mob: 0300-8400944, 0301-8413933 E-mail: info@alnasarlab.com

شرم وحیا کا ٹوٹتا بند

محسن عتیق

کوئی زمانہ تھا جب زیادہ پیسوں والے' عیاش اور دین سے بے بہرہ لوگ اپنے گھروں میں فاحشائیں لے آتے۔ ان فاحشاؤں کو گھر میں چوری چھپے داخل کیا جاتا اور رات کے اندھیرے ہی میں لوٹا دیا جاتا کہ کسی کو اندازہ نہ ہو۔ یہ کام انتہائی محدود پیمانہ پر ہوتا اور دنیا کی بڑی آبادی بشمول ہمارا ملک اس سے محفوظ تھا۔

پھر زمانہ نے ترقی کی اوران جسم فروش عورتوں کو گھر میں داخل کرنے کے لیے نئے نئے طریقے ایجاد کر لیے گئے۔ اب یہ گھر کے دروازوں سے نہیں بلکہ کیبل' انٹرنیٹ' سی ڈی اور ڈی وی ڈی (CD&DVD) کے ذریعے گھر میں داخل کی جاتی ہیں۔ ان کو رات کی تاریکی میں واپس نہیں بھیجا جاتا بلکہ یہ گھر میں ہی کمپیوٹر یا اس کی میز کے لاک شدہ درازوں میں آرام کرتی ہیں حتیٰ کہ اب تو موبائل کی صورت میں آدمی کے ساتھ ساتھ پھرتی ہیں۔ اس کے علاوہ ان پر لاکھوں روپے تو کیا' ہزاروں بھی خرچ نہیں کرنے پڑتے کیونکہ سی ڈی تو صرف 30 روپے میں ہی آ جاتی ہے۔ پہلے کے برعکس یہ کام گھر گھر میں اور انتہائی شریف اور نیک گھرانوں میں بھی ہو رہا ہے۔ آج کے دور میں چونکہ ہر انسان اپنی پرائیویسی (privacy) چاہتا ہے اور اس کا احترام بھی کیا جانا چاہیے۔ لہٰذا والدین کو کم ہی اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے ہاں نہ صرف یہ سب کچھ چل رہا ہے' بلکہ وہ اس کام کے لیے خود اپنے بچوں کو پیسے دے رہے ہیں۔

انٹرنیٹ اس کو پھیلانے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ اس وقت انٹرنیٹ پر بیالیس کروڑ سے زائد صفحات صرف فحش تصویروں اور فلموں کے لیے بنائے گئے ہیں اور اس میں ہر گزرتے لمحے کے ساتھ اضافہ ہو رہا ہے۔ سی ڈی سنٹرز اور عام بازاروں سے بھی' ظاہری طور پر' اس قسم کی سی ڈیز کو تب ہی ختم کیا گیا جب ہائی سپیڈ انٹرنیٹ (high speed internet) پورے ملک میں پھیل چکا تھا۔ انٹرنیٹ پر شاید سائنس وٹیکنالوجی اور مذہبی ویب سائٹس اتنی نہیں ہوں گی جتنی فحش تصویروں اور فلموں کی ویب سائٹس ہوتی ہیں' جنہیں porn sites کہا جاتا ہے۔ ان کو کھولنا نہایت آسان ہے۔ مزید برآں کہ اخلاق سے گرا ہوا یہ مواد کئی ایسی ویب سائٹس پر بھی موجود ہے جو خالص اس مقصد کے لیے نہیں بنائی گئی ہیں بلکہ وہاں لوگ کئی کارآمد چیزیں مثلاً کتابیں' سوفٹ ویئر وغیرہ شیئر کرتے ہیں۔ ظاہر ہے ان ویب سائٹس کو بند نہیں کیا جاسکتا۔

ہمارے ملک کی وہ نسل بھی جو 50 سے اوپر کی عمر میں ہے' اس حوالہ سے اپنی ذمہ داریوں اور غلطیوں کو سمجھنے سے غفلت برتتی رہی ہے۔ بہت کم افراد کو اس بات کا احساس ہے کہ اس کو روکنے کا صحیح وقت وہی تھا جب اس شرم وحیا کے بند میں دراڑیں پڑنا شروع ہوئی تھیں۔ اگر سٹیج ڈراموں اور بازاروں میں بکتے ماڈلز کے پوسٹرز پر قابو پالیا گیا ہوتا تو یہ معاشرہ شاید اس قدر پستی کا شکار نہ ہوتا کہ یہ کام گھر گھر شروع ہو جائے۔ مگر اب تو وہ بند ٹوٹ چکا ہے اور فحاشی وعریانی کا سیلاب ہمارے گھروں میں داخل ہو چکا ہے۔ اب بڑی احتیاط اور ذمہ داری سے اس بند کو اپنی مذہبی اور اخلاقی اصولوں پر دوبارہ باندھنا ہوگا' جن پر ہمارا معاشرہ قائم ہوا تھا۔

فحاشی کا یہ تمام سیلاب اس دور کے جوانوں کو نہ صرف اپنے دین سے بے بہرہ کر رہا ہے' بلکہ وہ اخلاق' تعلیم اور سماجی زندگی میں بھی پیچھے جا رہے ہیں۔ اس کے نشہ میں پڑنے والے نوجوان رات کو تنہائی میں دیر تک کمپیوٹر کے آگے بیٹھے رہتے ہیں جوان کے ایمان کے ساتھ ساتھ اگلے دن کے معمولات خصوصاً پڑھائی پر انتہائی منفی اثرات مرتب کرتی ہیں۔

اس قسم کی گھٹیا حرکتوں میں پڑ جانے کی کئی وجوہات ہوتی ہیں' جن میں صحیح اخلاقی تربیت کا نہ ہونا سرفہرست ہے۔ اس کے علاوہ ہمارے نوجوانوں کو ٹی وی اور فلموں میں ایسی چیزیں دیکھنے کو ملتی ہیں جو منفی جذبات کو اُبھارتی ہیں اور جس طرح سگریٹ آہستہ آہستہ نشہ کی طرف لے جاتا ہے' اسی طرح روزمرہ کا نظر آنے والا گلیمر انسان کو آنکھوں کے زنا کی طرف لے جاتا ہے۔ یاد رہے کہ کسی قابل اعتراض سین کے آنے پر چینل تبدیل کر بھی دیا جائے تو اس کا اثر باقی رہتا ہے۔

ہمارے معاشرہ کو تباہ کرنے والے اس کینسر کو روکنے کے لیے ہمیں کم از کم مندرجہ ذیل کام کرنا ہوں گے:

☆ حکومت کو کم از کم اُن ویب سائٹس کو جو فحاشی اور عریانی کو پھیلانے کے لیے بنائی جاتی ہیں' بند کر کے اپنی اخلاقی ذمہ داری پوری کرنی چاہئیں۔ اس کام کے لیے دنیا کے کئی ملکوں اور ہمارے ملک کے تعلیمی اداروں میں خاص قسم کے سوفٹ ویئر استعمال ہوتے ہیں جو ہر کھولی جانے والی ویب سائٹ پر موجود الفاظ کی جانچ پڑتال کرتے ہیں اور قابلِ اعتراض ہونے پر اسے بلاک کر دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ حکومت search engins مثلاً google' yahoo' msn وغیرہ کو اس بات کا پابند بنائے کہ وہ پاکستان میں کسی بھی قسم کی فحش سرچ کی سروس مہیا نہ کرے ورنہ ان کو بھی بلاک کر دیا جائے گا۔

☆ والدین اپنی اولاد کے ساتھ اچھے تعلقات قائم کریں اور ان کی اخلاقی تربیت پر خاص توجہ دیں۔

☆ بچوں کے سامنے فلمیں' ڈرامے' فیشن میگزین اور کارٹون (جو آج کل کمسن بچوں کو گمراہ کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ بن رہے ہیں) لگانے میں انتہائی احتیاط سے کام لیں۔

☆ اپنے بچوں کو بری صحبت سے بچائیں۔ یہ ان کی آدھی سے زیادہ برائیاں ختم کر دے گی۔

☆ بچوں کو ایک خاص میچورا یج تک پہنچنے سے پہلے ان کے کمروں میں کمپیوٹر مت دیں۔ اتنی زیادہ پرائیویسی بھی اچھی نہیں ہوتی۔

ہماری اخلاقی جڑوں کو کھوکھلا کر کے اس مرض کو آج اور اسی وقت سے اپنی پوری قوت اور شدت سے روکنا ہوگا ورنہ ہمارا معاشرہ بھی اسی ڈگر پر آ جائے گا جہاں آج امریکہ اور یورپ کا معاشرہ ہے' جہاں انسان کو یہ پتا نہیں ہوتا کہ میرا باپ کون ہے' کیونکہ انسان جو دیکھتا ہے وہی کرنا بھی چاہتا ہے!

ملتان میں بہاؤ الدین زکریاؒ کی قائم کردہ

برعظیم پاک و ہند کی ایک عظیم اسلامی یونیورسٹی

مرتبہ: سید محمد افتخار احمد

ہمارے بزرگانِ دین میں ایک جانا پہچانا نام شیخ بہاؤالدین زکریاؒ کا ہے۔ آپؒ 578ھ (1182ء) میں ملتان میں پیدا ہوئے۔ 12 سال کی عمر میں آپ کے والد شیخ وجیہہ الدینؒ کا وصال ہوگیا۔ آپؒ اس وقت تک قرآن مجید کے حافظ وقاری بن چکے تھے۔ والدؒ کے وصال کے بعد آپ نے خراسان کا سفر اختیار فرمایا۔ 7 سال بلخ، بخارا اور بغداد کے مدارس میں سند فضیلت حاصل کی۔ پھر 5 سال مدینہ منورہ میں حضرت کمال الدین محمد یمنی محدثؒ سے حدیث پڑھی، اور وہیں حدیث کا درس دیا۔ چنانچہ 15 برس کامل مختلف بلاد اسلامیہ کے مشہور مدارس و جامعات میں رہ کر معقولات و منقولات کی تکمیل کی۔ جب پورا تبحر حاصل ہوگیا تو آپ مکہ معظمہ میں حاضر ہوئے، اور یہاں سے بیت المقدس پہنچ کر انبیائے کرام کے مزارات کی زیارتیں کیں۔ اس عرصہ میں آپ علوم ظاہر کی تکمیل میں بھی مصروف رہے اور بڑے بڑے بزرگانِ دین اور کاملین علوم باطنی کی صحبتوں سے بھی فیض یاب ہوتے رہے، بڑے بڑے مشائخ سے ملے، فیوض باطنی حاصل کیے اور پاکبازانہ و متقیانہ زندگی بسر کرتے رہے۔ اب آپؒ ایک جید عالم دین بن چکے تھے۔ آپؒ دوبارہ بغداد آئے۔ اس وقت وہاں شیخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ کی ذات گرامی مرجع خلائق بنی ہوئی تھی۔ آپؒ وہاں تشریف لائے تو انہوں نے فوراً اپنے حلقۂ ارادت میں داخل کرلیا اور تمام توجہات آپؒ کی طرف مرکوز کردیں اور خرقۂ خلافت عطا فرما کر ملتان میں دین کی روشنی پھیلانے کے لیے متعین کردیا۔

آپؒ 614ھ (1215ء) میں ملتان پہنچے تو آپ کی عمر قریباً 36، 37 برس کی تھی۔ آپ نے آتے ہی وہاں عظیم الشان مدرسہ، وسیع و عریض لنگر خانہ، پُرشکوہ مجلس خانہ، خوبصورت و عالی شان محل سرائیں اور مسجد تعمیر کرائی۔ یہ مدرسہ ہندوستان کی مرکزی اسلامی یونیورسٹی کی حیثیت رکھتا تھا، جس میں جملہ علوم منقول کی تعلیم ہوتی تھی۔ بڑے بڑے لائق اور وحید العصر معلم و پروفیسر اس میں فقہ و حدیث، تفسیر قرآن، ادب و انشاء فلسفہ و منطق اور ریاضی و ہیئت کی تعلیم دیتے تھے۔ ذریعہ تدریس عربی و فارسی تھا۔ نہ صرف ہندوستان بلکہ بلاد ایشیا، عراق و شام و حجاز تک کے طلبہ اس مدرسہ میں زیر تعلیم تھے۔ ان کئی ہزار طلبہ کو نہ صرف آپ کے لنگر سے دونوں وقت کھانا ملتا تھا بلکہ کتب اور تمام سامانِ نوشت و خواند بھی مفت دیا جاتا تھا۔ ان کے قیام کے لیے سینکڑوں حجرے اور بورڈنگ بنے ہوئے تھے۔ آج تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ کسی ایک پوری کی پوری جامعہ اور یونیورسٹی کے تمام کلی یا جزوی مصارف کی کفیل صرف ایک ہستی ہوسکتی ہے۔ کیا اس تہذیب و ارتقاء کے زمانہ میں امریکہ اور یورپ یا کہیں اور کوئی ایسی جامعہ موجود ہے جہاں طلبہ کی تعلیم کے تمام مصارف کسی ایک فرد کے باردوش ہوں اور طلبہ کو رہائش کے ساتھ کھانا اور سامان بھی ملتا ہو؟ اس جامعہ اسلامیہ نے ایشیا کے بڑے بڑے نامور علماء و فضلاء پیدا کیے اور ملتان کی علمی شہرت کو فلک الافلاک تک پہنچا دیا۔ آپ طلبہ کی تعلیم کے ساتھ ساتھ ان کی تربیت و اخلاق اور دینی اصلاح و ارتقاء کا بھی پورا اہتمام و خیال رکھتے تھے۔ آپ کا وصال 7 صفر 661ھ (21 دسمبر 1262ء) میں ہوا۔

علوم باطنی اور علم الٰہی کے لیے ملتان میں آپ نے ایک عظیم الشان خانقاہ قائم کر رکھی تھی۔ اس میں بھی چین، ترکستان، خراسان، ماوراء النہر، شام اور مصر تک کے طالبانِ حقیقت اور درویش موجود رہتے تھے۔ جسے آپ جوہر قابل دیکھتے تھے خرقۂ خلافت دے کر متعین و مامور کردیتے تھے۔ اس سہروردی خانقاہ سے بلامبالغہ ہزاروں بزرگ ولیٔ کامل ہوکر نکلے اور انہوں نے اشاعتِ اسلام اور اصلاح عقائد کے سلسلہ میں کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ اس روحانی یونیورسٹی کی خصوصیت یہ تھی کہ مریدوں اور طالبوں کو ترک دنیا، اور ترک علائق کی تعلیم نہ دی جاتی تھی بلکہ حکم تھا کہ عام دنیاداروں میں رہیں، کھائیں پئیں اور شادی کریں، روزی کمائیں مگر اطاعت الٰہی اور ذکر ربانی سے ایک لحہ کے لیے غافل نہ ہوں اور گناہ و معصیت سے بچتے رہیں۔

اس خانقاہ میں تمام بلاد اسلامیہ کے بزرگ اور اولیاء تشریف لاتے اور ٹھہرتے تھے۔ حضرت قاضی حمید الدینؒ، حضرت جلال الدین تبریزیؒ، سید جلال الدین بخاریؒ (اوچ شریف)، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ، حضرت بابا فرید گنج شکرؒ جیسے اکابر و اعظام بزرگ قیام کرچکے تھے، اور آتے جاتے رہتے تھے۔ اسی طرح اجمیر شریف اور دہلی میں بھی مدارس و دارالعلوم قائم ہوئے، اور انہوں نے بہت ترقی و شہرت حاصل کی۔ مگر تقدیم ملتان ہی کو حاصل ہوا۔ ملتان کی ظاہری و باطنی یونیورسٹی نے پورے ایشیا میں شہرت حاصل کی۔

(مضمون کی تیاری میں کتاب ''سفیرانِ محمدؐ'' از مسعود مفتی سے مدد لی گئی ہے)

اپنا سامان لے جائیں!

لاہور میں روٹ 61 کی مزدا میں سفر کے دوران ایک صاحب نے اپنے سامان کا تھیلا مجھے تھما دیا، لیکن اترتے وقت مجھ سے لینا بھول گئے۔ رش کی وجہ سے مجھے بھی ان کے اترنے کا پتا نہیں چلا۔ وہ صاحب مجھ سے رابطہ کرکے اپنا سامان لے جائیں۔

حافظ اسامہ خالد

0322-4585384

طالبان امریکہ مذاکرات

یاسر محمد خان

سال 2011ء بیت گیا، یہ ماضی کا حصہ بن گیا لیکن اس کے اثرات نے ایک نئی دنیا کو تخلیق کر دیا۔ دنیا 2011ء سے پہلے اور 2011ء کے بعد کی تاریخ کے دو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ مورخین 2011ء کو وہ نکتہ قرار دے رہے ہیں جس نے دنیا کو ایک نیا دور، ایک نیا زاویہ اور ایک نئی سوچ دی۔ اس لحاظ سے 2011ء دنیا کی تاریخ کا انتہائی اہم سال تھا۔ اس میں بے شمار تلخ واقعات اور سانحات رونما ہوئے اور ان سے دنیا کی سوچ کا دھارا بدل گیا۔ مثلاً: اس سال کا اہم ترین واقعہ اسامہ بن لادن کی شہادت تھی۔ 20 سال تک اسامہ بن لادن امریکہ کا سب سے بڑا ہدف رہا تھا۔ امریکا اس ایک اسامہ بن لادن کے نام پر مہم جوئی کرتا آ رہا تھا۔ اس نے اسامہ بن لادن کی تلاش میں لاکھوں مسلمانوں کو تہ تیغ کر دیا۔ دو اسلامی ممالک کو تباہ و برباد کر دیا اور امریکا القاعدہ اور اسامہ بن لادن کے نام پر معصوم اور سادہ لوح مسلمانوں کے گلے کاٹتا رہا۔ امریکا نے پوری دنیا میں اسامہ بن لادن کو ایک ایسا سمبل بنا کر پیش کیا جس کا نام سن کر یورپ اور امریکا کے بچے لحافوں میں دبک جاتے تھے اور سوسائٹی پر ہمہ وقت ایک خوف کی چادر تنی رہتی تھی لیکن پھر جب 3 مئی 2011ء کی صبح اسامہ بن لادن کی شہادت کی خبر نمودار ہوئی تو کسی کو یقین نہیں آ رہا تھا اسامہ واقعی شہید ہو گیا، تاہم امریکی میڈیا اور انتظامیہ کے باقاعدہ اعلان کے بعد اسامہ بن لادن کی شہادت کو حتمی سمجھا گیا۔ یہ 2011ء کی سب سے بڑی خبر تھی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ امریکا اور یورپ کی حد تک اسامہ بن لادن کی شہادت ایک بہت بڑی خبر اور ایک عظیم فتح ضرور تھی لیکن دوسری طرف ڈرامائی آپریشن، اس میں اسامہ کا آسانی سے موت قبول کر لینا اور شواہد کی عدم فراہمی نے امریکا کے اصل چہرے کو دنیا پر عیاں کر دیا۔ وہ طاقتیں یا وہ لوگ جو کل تک اسامہ بن لادن کو اپنا دشمن اور امریکا کو خیر خواہ سمجھتے تھے، ٹھوس شواہد نہ ملنے پر یہ امریکا کے خلاف ہو گئے۔ انہیں دال میں کچھ کالا محسوس ہوا اور دنیا بھر کا میڈیا، آج تک دنیا کا ایک بڑا حصہ اسامہ بن لادن کی شہادت کے بارے میں شش و پنج میں مبتلا ہے۔ یہاں تک کہ امریکا کے اپنے ہی عوام اس کے خلاف سراپا سوال ہیں۔ سوچ کا یہ رخ اور امریکی عزائم کے رازوں کی کشیدہ کاری 2011ء کی سب سے بڑی تبدیلی تھی اور اس سوچ نے اوباما اور اس کی انتظامیہ کو ہلا کر رکھ دیا۔ ایک طرف امریکا کے لیے فتح تھی جبکہ دوسری طرف اسی کامیابی نے امریکا کے بھیانک چہروں کو آشکار کر دیا۔

2011ء کی دوسری بڑی تبدیلی امریکا کی کساد بازاری تھی۔ امریکہ معاشی لحاظ سے تباہی کے دہانے پر پہنچ گیا۔ امریکا کی اسٹاک مارکیٹیں بیٹھ گئیں۔ لاکھوں لوگ بے روزگار ہو گئے۔ ساڑھے چار سو بینک دیوالیہ ہو کر بند ہو گئے۔ ڈالر تاریخ کی کم ترین سطح پر چلا گیا۔ امریکی عوام بے روزگاری اور مہنگائی کی وجہ سے سڑکوں پر نکل آئے۔ انہوں نے ''وال سٹریٹ پر قبضہ کرو'' تحریک شروع کی اور ان حالات نے بھی امریکی انتظامیہ کو بوکھلا کر رکھ دیا۔ یہ وہ صورتحال تھی جس کی وجہ سے امریکا عراق سے فوج نکالنے پر مجبور ہو گیا۔ عراق سے امریکی فوج کا انخلا 2011ء کی تیسری بڑی تبدیلی تھی۔

2011ء کی چوتھی بڑی خبر افغان طالبان کے ساتھ امریکا کے مذاکرات ہیں۔ وہ امریکا جو طالبان کی تکہ بوٹی کرنے کے عزم کے ساتھ افغانستان میں داخل ہوا تھا، وہ طالبان کی جہد مسلسل اور مصمم ارادے کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو گیا۔ یہاں تک کہ پاکستان اور افغانستان کے چند اہم رہنماؤں کے ذریعے طالبان سے مذاکرات کا عمل شروع کروایا گیا، جس کی تصدیق چند دن پہلے طالبان لیڈر ملا محمد عمر نے بھی کر دی۔ ملا عمر کا کہنا تھا کہ امریکا کے ساتھ مذاکرات کے لیے ہم نے دو شرائط رکھی ہیں۔ اول، گوانتا ناموبے سے افغان شہریوں کی رہائی اور دوم، افغانستان سے اتحادی افواج کی غیر مشروط واپسی ہے۔ ان کا کہنا تھا اگر امریکا ہمارے یہ مطالبات تسلیم کر لے تو طالبان اتحادی افواج کو محفوظ راستہ دینے کے لیے تیار ہیں۔

دوسری صورت میں طالبان یہ عہد کر چکے ہیں ان کی تمام تر توجہ اتحادی افواج پر مرکوز ہو گی اور وہ افغانستان کے ٹھنڈے موسم کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے امریکی فوج کو نیست و نابود کر دیں گے۔ یہ حقیقت ہے کہ مذاکرات کے اس عمل کے لیے پچھلے دو سال سے کوششیں جاری ہیں، تاہم مذاکرات میں اصل پیش رفت 2011ء میں ہی ہوئی۔ جب ملا عبدالسلام ضعیف اور طیب آغا جیسے سر کردہ طالبان رہنماؤں نے امریکی انتظامیہ کے ساتھ مختلف اوقات میں میٹنگز کیں۔ ان نشستوں میں اتحادی افواج کا افغانستان سے مکمل انخلا، افغانستان کی آزادی، خود مختاری اور قطر میں دفتر کھولنے کی شرائط شامل تھیں۔ امریکی انتظامیہ کا لچکدار رویہ اور طالبان کی طرف مذاکرات کا ہاتھ بڑھانا 2011ء کی چوتھی بڑی تبدیلی تھی۔ جبکہ تازہ ترین اطلاعات کے مطابق قطر میں طالبان کو دفتر کھولنے کی اجازت دے دی گئی ہے، لہٰذا اب مذاکرات کا مرکز قطر کا یہ دفتر ہو گا جہاں طالبان رہنما اور امریکا کے درمیان مذاکرات کا عمل آگے بڑھ سکے گا۔ مجھے اُمید ہے مذاکرات کے اس عمل میں امریکا طالبان کی یہ دونوں شرائط مان لے گا۔ وہ گوانتا ناموبے سے چند اہم رہنماؤں کے علاوہ دیگر تمام طالبان کو رہا کر دے گا اور افغانستان سے واپسی کی حتمی تاریخ کا تعین بھی کر دے گا۔

پانچویں تبدیلی پاک امریکا تعلقات میں سرد مہری کی صورت میں سامنے آئی۔ اس کی وجوہات بڑی دلچسپ ہیں۔ امریکا 2012ء تک افغانستان سے نکلنے سے پہلے پہلے پاکستان کا تیا پانچہ بھی کرنا چاہتا تھا۔ ریمنڈ ڈیوس جیسے جاسوس پاکستان میں دندناتے پھر رہے تھے۔ ڈرون حملوں میں اضافہ ہو چکا تھا۔ ایبٹ آباد آپریشن

جیسی خوفناک کارروائی بھی ہوچکی تھی اور اس کے بعد امریکا نے پاک سرزمین پر سلالہ چیک پوسٹ پر باقاعدہ حملہ کر کے اپنے ارادوں کو ظاہر کر دیا تھا۔ ان اقدامات کے بعد پاکستان کی طرف سے شدید ردعمل سامنے آیا اور دونوں ممالک کے تعلقات میں کشیدگی پیدا ہوگئی۔ پاکستان نے امریکا کی سپلائی لائن بند کردی۔ شمسی ایئر بیس خالی کروالیا اور بون کانفرنس میں شرکت سے انکار کردیا۔ یہ وہ رویہ یا یہ وہ دباؤ تھا جس کی امریکا کو توقع نہیں تھی اور پاکستان کے ان اقدامات کے بعد امریکا کو خطرات لاحق ہوگئے۔ امریکا جانتا تھا اگر پاکستان دہشت گردی کے خلاف جنگ سے پیچھے ہٹ گیا، سپلائی لائن بند رہی اور پاکستان نے طالبان کے ساتھ مذاکراتی عمل سے انکار کردیا تو امریکا کو افغانستان میں شکست سے کوئی نہیں بچاسکتا۔ اس کی وجہ بہت سادہ ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں پاکستان کا افغانستان میں اچھا خاصا اثر ورسوخ ہے۔ پاکستانی طالبان افغان طالبان کے حمایتی بھی ہیں۔ پاکستانی عوام بھی افغانوں کے خیرخواہ ہیں اور یہ دونوں امریکا کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں۔ ان حالات میں امریکا کا افغانستان میں رہنا شکست وتباہی کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ امریکا کو خدشہ تھا کہیں پاکستان اس کے ساتھ سوویت یونین طرز کا کھیل تو نہیں کھیلنے جارہا ہے جبکہ میرا ذاتی خیال ہے پاکستان کا امریکا کے خلاف سخت رویہ اور سردمہری بنیادی طور پر امریکا کو افغانستان میں پھنسا کر رکھنے کا ایک قابل عمل اور انتہائی موثر ہتھیار ثابت ہوسکتا تھا، کیونکہ سپلائی لائن بند رہنے، پاکستان کی سپورٹ ختم ہونے کے بعد امریکا ایک سال بھی افغانستان میں رہ جاتا تو مجھے یقین تھا امریکا اپنے ہی قدموں کے نیچے آکر کچلا جاتا لیکن امریکی اس خطرے کو بھانپ گئے لہٰذا انہوں نے طالبان سے مذاکرات کے اس عمل کو تیز تر کردیا۔ امریکا نے اپنے رویے میں لچک پیدا کرلی اور اب وہ جلد از جلد افغانستان سے کسی نہ کسی صورت نکلنے میں ہی عافیت سمجھ رہا ہے۔ بہرکیف حالات کا دھارا بدل چکا ہے۔ طالبان کی طرف سے بھی مذاکرات کی تصدیق ہوچکی ہے، لہٰذا آئندہ چند ہفتوں میں امریکا افغانستان کے حوالے سے اپنی حتمی پالیسی کا اعلان کردے گا اور یہ افغانستان سے نکلنے اور طالبان کی شرائط ماننے کی حامی بھی بھرلے گا اور اس ساری تبدیلی کے پیچھے پاکستان کا سخت موقف ہے اور یہ بھی پاکستان کی تاریخ کا انتہائی اہم موڑ ہے۔ یوں امریکا کل کے دشمنوں سے آج مذاکرات کی میز پر آ گیا ہے اور یہ بھی 2011ء کی ایک بڑی تبدیلی ہے۔

2011ء گزر گیا۔ اب آتے ہیں 2012ء کی طرف! سوال یہ ہے ان حالات و واقعات کا 2012ء پر کیا اثر پڑے گا۔ کیا امریکا واقعی گھٹنے ٹیک چکا ہے؟ کیا امریکا جنوبی ایشیا سے نکل جائے گا؟ کیا اس کی صلیبی جنگوں کا سلسلہ رک جائے گا اور کیا امریکا ایران اور پاکستان کے خلاف محاذ آرائی سے باز آجائے گا؟ یہ وہ سوالات ہیں جو آج ہر پاکستانی کے ذہن میں گردش کررہے ہیں۔ آپ اس سلسلے میں امریکی صدر کی تازہ ترین پالیسی کو دیکھ لیجیے۔ آپ کو یاد ہوگا چند دن پہلے امریکی صدر بارک اوباما نے نئی دفاعی پالیسی کا اعلان کیا تھا۔ اس پالیسی کے تحت اوباما نے امریکی دفاعی بجٹ میں چار کھرب ڈالر کی کمی اور مختصر فوج رکھنے کا فیصلہ کیا ہے۔ امریکی صدر نے واضح الفاظ میں کہا ہے ان کی تمام تر توجہ جنوبی ایشیا اور مشرق وسطیٰ پر مرکوز ہوگی اور امریکا دنیا میں ہر جگہ اپنے دشمن کا تعاقب کرے گا۔ یہ کیا ہے؟ یہ بنیادی طور پر وہ دھول ہے جو امریکا دنیا کی آنکھوں میں جھونکنا چاہتا ہے۔ آپ جانتے ہیں امریکا نے عراق سے اپنی فوجوں کو واپس بلالیا۔ اگلے ایک سال کے اندر اندر امریکا افغانستان سے بھی نکل جائے گا۔ ان دو جنگوں کے اختتام کے بعد امریکا کا بجٹ یقیناً کم ہوجائے گا، لہٰذا دفاعی بجٹ میں کمی پر ہمیں اور دنیا کو زیادہ خوش ہونے کی ضرورت نہیں بلکہ اس سے کہیں زیادہ اہم اوباما کا یہ اعلان ہے امریکا کی توجہ جنوبی ایشیا اور مشرق وسطیٰ پر مرکوز رہے گی۔ دوسرے لفظوں میں امریکا پاکستان، ایران، چین اور سعودی عرب، شام، لبنان اور دیگر عرب ممالک میں اپنی پالیسیاں جاری رکھے گا۔ یہ کارروائیاں ڈرون کی شکل میں ہوں گی اور اس کے لیے مختلف جواز گھڑے جائیں گے اور اس کے لیے امریکا اب صرف ایک ایک محاذ پر کارروائی کرے گا، کیونکہ امریکا عراق اور افغانستان کی جنگوں سے عبرت حاصل کرچکا ہے۔ لہٰذا وہ پہلے ایران اور پھر پاکستان پر اپنی توپوں کے دھانے کھول دے گا اور اس کے لیے بھارت انتہائی اہم اتحادی ثابت ہوسکتا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ امریکا اور بھارت کے درمیان اسٹریٹیجک تعلقات قائم ہیں۔ امریکا پاکستان کی صورت میں پرانے دوست سے ہاتھ دھو بیٹھا ہے۔ وہ جانتا ہے اب پاکستان کو مزید استعمال نہیں کیا جاسکتا، لہٰذا امریکا کا جھکاؤ بھارت کی طرف بڑھ رہا ہے۔ جہاں تک میرا خیال ہے امریکا افغانستان سے نکل کر بھارت میں اپنا اثر ورسوخ قائم کرے گا اور اس کے لیے وہ گراؤنڈ ہموار کرچکا ہے۔ امریکا یہ بھی جانتا ہے بھارت اس خطے کی اہم طاقت ہے۔ ایران، پاکستان اور چین بھارت کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں، لہٰذا دشمن کا دشمن دوست ہوا کرتا ہے اور امریکا اس فارمولے کے تحت بھارتی فورسز اور بھارتی سرزمین تک کو استعمال کرسکتا ہے، کیونکہ یہ حقیقت ہے امریکا کو 2018ء سے پہلے پہلے ہر صورت چین تک رسائی چاہیے اور وہ اس کے لیے کچھ بھی کرسکتا ہے۔

اس سارے پس منظر اور پیش منظر کو دیکھتے ہوئے مجھے کہنے دیجیے امریکا کے پاکستان کے خلاف عزائم کم نہیں ہوئے بلکہ وہ ہماری ان ''گستاخیوں'' پر برانگیختہ ہے اور وہ کسی بھی وقت ہم سے بدلہ لینے کے لیے پر تول سکتا ہے، لیکن اس کے لیے امریکا مناسب وقت کی تلاش میں ہے اور وہ وقت زیادہ دور نہیں۔ تاہم اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں اگر طالبان اور امریکا کے مذاکرات ناکام ہوجاتے ہیں تو امریکا ٹکڑے ٹکڑے ہوجائے گا۔ یہ میری پیش گوئی ہے لیکن قدرت امریکا کے ساتھ کیا کرتی ہے اس کا علم آپ کو ہے اور نہ ہی مجھے۔ (بشکریہ ہفت روزہ ''ضرب مومن'')

امریکا کے پاکستان کے خلاف عزائم کم نہیں ہوئے بلکہ وہ مناسب وقت کی تلاش میں ہے

اگر طالبان اور امریکا کے مذاکرات ناکام ہوجاتے ہیں تو امریکا ٹکڑے ٹکڑے ہوجائے گا

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

تنظیم اسلامی فیصل آباد غربی کے زیر اہتمام خصوصی دعوتی پروگرام

معیشت و معاشرت کے دگرگوں حالات، اور تبدیلی کے دعویدار نئے چہروں میں عوام کی دلچسپی اور سب سے بڑھ کر اللہ کے عذاب کے جھٹکوں جیسی صورتحال کے پیش نظر تنظیم اسلامی فیصل آباد غربی کے زیر اہتمام ایک خصوصی دعوتی پروگرام کا انعقاد کیا گیا۔ یہ پروگرام انمول میرج لان گلشن رفیق سمن آباد میں ہوا۔ پروگرام کا مقصد یہ تھا کہ نجات اور انقلاب کے فلک شگاف نعروں کی فضا میں عوام الناس کو حقیقی اسلامی انقلاب سے متعارف کرایا جائے۔ پروگرام کی تشہیر کے لیے تین ہزار پمفلٹ تقسیم کئے گئے، جبکہ ایک سو ہینگرز اور ایک سو بڑے پوسٹرز بھی آویزاں کئے گئے اور ذاتی انفرادی دعوت کا کام بھی کیا گیا۔ سب سے حوصلہ افزا امر یہ تھا کہ اسرہ سمن آباد کے رفقاء نے یہ سارے انتظامات خود کئے۔ سخت سردی کے موسم میں رفقاء کا ساری رات بینر اور پوسٹر لگانا قابل رشک تھا۔ پروگرام میں خطاب کی درخواست امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ سے کی گئی، جو انہوں نے قبول فرمائی۔ 22 دسمبر کی رات وقت مقررہ پر امیر محترم کو ساندل بار ہوٹل سے نعیم نواز صاحب کے گھر لایا گیا جہاں چائے سے ان کی تواضع کی گئی۔ پروگرام کا آغاز نائب نقیب اسرہ سمن آباد محمد ندیم کی تلاوت سے ہوا۔ سٹیج سیکرٹری کی ذمہ داری ڈاکٹر عبدالسمیع نے ادا کی۔ تلاوت کے بعد نعت رسول مقبول ﷺ کی سعادت آصف مدثر نے حاصل کی۔ امیر محترم نے اپنے خطاب میں کہا کہ آج کے حالات میں ہر انسان نجات کا راستہ ڈھونڈ رہا ہے۔ لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ جس راستے پر نجات کا حصول اور کامیابی کی ضمانت خود قرآن مجید نے دی ہے، اسے ہم بھول چکے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ موجودہ باطل نظام میں چہرے بدلنے سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ کسی ایک چہرے کی تبدیلی جبکہ اس کے گرد وہی فصلی بٹیرے جمع ہوں، نظام کی تبدیلی کی ضمانت نہیں بن سکتا۔ انہوں نے کہا کہ دنیا میں فلاحی ریاست کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ ریاست میں شریعت اسلامی موجود نہ ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہم جس خلافت کی بات کر رہے ہیں اِس کے ضمن میں عدل و انصاف کا بہترین نمونہ نظام خلافت راشدہ میں ہمارے پاس موجود ہے، اور اسی خلافت کے دوبارہ قیام کی پیشین گوئی خود رسول اللہ ﷺ فرما کر گئے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ خلافت کے قیام کے لیے ہم اپنا خون پسینہ، وقت، مال اور جان وقف کر دیں۔ بعدازاں امیر تنظیم اسلامی حلقہ فیصل آباد رشید عمر نے حاضرین کے سامنے تنظیم اسلامی کا تعارف پیش کیا اور پروگرام میں آمد پر ان کا شکریہ ادا کیا۔ دعائیہ کلمات پر یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ بعدازاں ناظم اجتماع انجینئر فیضان حسن اور نقیب اسرہ پروفیسر احمد سعید کے ہمراہ اسرہ سمن آباد کے رفقاء نے امیر محترم سے ملاقات کی۔ امیر محترم نے اسرہ سمن آباد کی کاوشوں کو سراہا اور ان کے لیے دعا فرمائی۔ رات کے کھانے میں امیر محترم کی میزبانی ناظم تربیت انجینئر فیضان حسن نے کی۔ گلشن مدینہ میں رات کے کھانے کا انتظام کیا گیا، جہاں عبداللہ بن طاہر، حامد جاوید اور ساجد جاوید نے میزبانی کے فرائض سرانجام دیے۔ کھانے کے ساتھ ایک فکری نشست بھی ہوئی جس میں امیر حلقہ، مقامی امرائے تنظیم، حکیم عبدالرحیم اشرف کے صاحبزادے ڈاکٹر زاہد اشرف، ڈاکٹر نعیم الرحمان اور خاص طور پر مرکزی ذمہ داران تنظیم اسلامی فیصل آباد غربی (محمد نعمان اصغر، سید علی عدنان اور انجینئر فیضان حسن) نے شرکت کی۔ کھانے کے بعد امیر محترم لاہور روانہ ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ منتظمین کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کا دورہ حلقہ پنجاب شرقی

امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب نے 30 دسمبر 2011ء کو حلقہ پنجاب شرقی عارف والا کا دورہ کیا۔ جس کے لئے امیر محترم پروفیسر خلیل الرحمان نائب ناظم اعلیٰ شرقی زون کے ہمراہ 29 دسمبر کی شب ہی امیر حلقہ محمد ناصر بھٹی صاحب کے گھر تشریف لے آئے۔ رات یہیں قیام کیا۔ اگلی صبح فجر کی نماز کے بعد جامع مسجد این بلاک عارف والا کے امام و خطیب مولانا محمد اسماعیل کی دعوت پر امیر محترم نے سورۃ النور کی آخری دو آیات کے ذریعے تذکیر بالقرآن کی ذمہ داری ادا فرمائی، جس سے شرکاء مجلس کے قلوب کو ایمانی جلا میسر آئی۔ اللہ رب العزت مولانا محمد اسماعیل کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت بخشے۔ اس کے بعد وہ پروگرام کے مطابق پونے دس بجے مسجد جامع القرآن والسنہ مرکز تنظیم اسلامی بہاولنگر تشریف لے گئے، جہاں پر حلقہ پنجاب شرقی کے رفقاء و احباب سے ملاقات کا اہتمام کیا گیا تھا۔ 10 تا 12 بجے امیر محترم کے ساتھ رفقاء کی سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ اس دوران وقفے میں شرکاء کی چائے بسکٹ سے تواضع کی گئی۔ پونے ایک بجے امیر محترم نے ”پاکستان میں نظام خلافت کا قیام کیا، کیوں اور کیسے“ کے عنوان سے خطبۂ جمعہ ارشاد فرمایا۔ امیر محترم کے خطاب کے حوالے سے قبل ازیں تقریباً 30 بینرز مختلف مقامات پر آویزاں کئے گئے تھے۔ اجتماع جمعہ کے شرکاء کی تعداد 400 کے لگ بھگ تھی۔ سامعین نے امیر محترم کے خطاب کو سراہا۔ جمعہ کی نماز کے بعد کھانے کا اہتمام تھا۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد عصر کی نماز ادا کی گئی۔ بعدازاں امیر محترم نے ذمہ داران سے ملاقات کی اور تنظیمی امور پر تبادلہ خیال ہوا۔ مغرب کی نماز سے 20 منٹ قبل یہ نشست اختتام پذیر ہوئی اور امیر محترم لاہور روانہ ہو گئے۔

اس پورے پروگرام کو کامیاب بنانے کے لیے مقامی تنظیم کے امیر پروفیسر محمود اسلم اور ان کی ٹیم میں شامل رفقاء عدنان شاہد، راؤ رفاقت علی، حافظ مظہر، شیخ الطاف، طیب فرید، محمد ندیم اور مقامی تنظیم بہاولنگر کے رفقاء نے بھرپور محنت کی۔ اللہ رب العزت ان سب کی کاوشوں کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ (آمین)

(رپورٹ: عابد حسین)

تنظیم اسلامی گوجر خان کے زیر اہتمام شب بیداری

تنظیم اسلامی گوجر خان کے زیر اہتمام شب بیداری پروگرام کا انعقاد ہوا۔ پروگرام کا آغاز بعد نمازِ مغرب درس قرآن سے ہوا۔ یہ درس محمد عثمان مرزا نے دیا۔ اس کے بعد طارق محمود نے آداب مسجد بیان کیے اور تلقین کی کہ ہمیں مسجد کے آداب ملحوظ رکھنے چاہئیں۔ اس موضوع پر انہوں نے متعدد احادیث بھی بیان کیں۔ نعیم اکرم نے ”صبر“ کے موضوع پر درس حدیث دیا۔ اُنہوں نے صبر کے معنی بیان کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے ہاں اسے غلط رنگ دیا گیا ہے، جیسے بزدلی، پسپائی وغیرہ۔ جبکہ قرآن و حدیث میں یہ لفظ استقامت و بہادری اور جرأت کے معنوں میں آیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ”صبر“ اپنی عملی صورت میں انبیاء کرامؑ اور صحابہؓ کی زندگیوں میں عیاں ہے۔ اس کے بعد احمد بلال ناصری نے ”مہلکات اجتماعیت“ پر مفصل گفتگو کی اور کہا کہ جو رفقاء پورے طور پر تنظیم کے نظریات سے آگاہی نہیں رکھتے، وہ تنظیم کے لیے نقصان کا باعث بنتے ہیں۔ انہوں نے اعمال صالحہ، عدم رابطہ، نجویٰ، ضد، تکبر وغیرہ پر بھی گفتگو کی۔ رات کے کھانے اور نماز عشاء کے بعد ادریس خالد نے حدیث بیان کی۔ بعدازاں مقامی امیر تنظیم فاروق حسین نے منتخب نصاب نمبر 2 کا مذاکرہ کرایا۔ رات گیارہ بجے دعائیہ کلمات پر اس سیشن کا اختتام ہوا۔ رات کے آخر پہر شرکاء کو بیدار کیا گیا۔ انفرادی نوافل کے بعد پروفیسر حافظ ندیم مجید نے رفقاء کی تجوید و قراءت کا جائزہ لیا اور غلطیوں کی اصلاح کی۔ نماز فجر کے بعد احمد بلال ناصری نے درس قرآن دیا۔ ناشتے کے بعد یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں دین کے راستے میں اپنا سب کچھ نچھاور کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

(مرتب: محمد زماں)

تنظیم اسلامی مکھن آباد کے زیر اہتمام فہم دین پروگرام

تنظیم اسلامی مکھن آباد کے زیر اہتمام 4 دسمبر 2011ء سہ پہر تین بجے تا نماز عصر جامع مسجد سرائے والی میں فہم دین پروگرام منعقد ہوا۔ پروگرام میں مدرس کی ذمہ داری امیر حلقہ پنجاب شرقی محمد ناصر بھٹی نے ادا کی۔ انہوں نے حاضرین سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ قرآن مجید نوع انسانی کے لیے ہدایت ہے۔ جس قوم نے بھی اس کتاب زندہ سے اپنا تعلق مضبوط کیا، اس کی تعلیمات کو اپنایا اور اس کے قانون کو نافذ کیا، اُس نے ترقی اور کامرانی کی منازل طے کیں، اُسے غلبہ و سربلندی عطا کی گئی۔ انہوں نے اس امر پر افسوس کا اظہار کیا کہ آج ہمارے گھروں، معاشرے اور پارلیمنٹ میں قرآن وسنت کے آئین وقانون کی حکمرانی نہیں ہے۔ ہماری انفرادی زندگیوں میں ہندوانہ رسومات اور مغربی ثقافت کی پیروی ہو رہی ہے اور اجتماعی سطح پر بھی انگریز کا نظام چلا آتا ہے۔ انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ اسلام کو پوری زندگی کا دستور بنایا جائے اور فرسودہ ظالمانہ نظام کا خاتمہ کر کے اسلامی قانون نافذ کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ تنظیم اسلامی نبوی طریق پر اسلامی نظام کے قیام کے لیے جدوجہد کر رہی ہے۔ آپ لوگ اس کا ساتھ دیں۔ کیونکہ یہ کام بغیر جماعت کے نہیں ہوسکتا، اس کے لیے ایک منظم جماعت ضروری ہے۔ پروگرام میں 20 افراد احباب نے شرکت کی۔ بعد ازاں ان کی چائے بسکٹ سے تواضع کی گئی۔ اللہ ہماری یہ محنت قبول فرمائے۔ (آمین)

(رپورٹ: رضوان بھٹی)

تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب پوٹھوہار کے زیر اہتمام ایک روزہ تربیتی پروگرام

تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب پوٹھوہار کے زیر اہتمام 6 دسمبر 2011ء صبح 9 بجے جامع مسجد العابد گوجر خان میں ایک روزہ تربیتی پروگرام ہوا۔ پروگرام کا آغاز درس قرآن پاک سے ہوا۔ احمد بلال ناصری (ایڈووکیٹ) نے طاغوتی نظام کے خاتمے کے حوالے سے گفتگو کی۔ بعد ازاں نوجوان مقرر محمد نعمان نے درس حدیث دیا۔ محمد شہزاد بٹ (ایڈووکیٹ) نے الدین النصیحہ کے حوالے سے گفتگو کی۔ اُن کے بعد کرنل (ر) عبدالقدیر کو دعوت دی گئی۔ انہوں نے مولانا مودودیؒ کے ایک کتابچے سے ''جوش کے بعد جمود کیوں؟'' کے موضوع پر چند نکات بیان کیے۔ بعد ازاں چائے کا وقفہ ہوا۔ اِس کے بعد پروفیسر حافظ ندیم مجید نے دعوت کے ذرائع کے موضوع پر سورۃ الصف کی روشنی میں گفتگو کی۔ اپنے بیان کے آخر میں انہوں نے رفقاء سے دعوتی کام میں بہتری لانے کے حوالے سے تجاویز بھی لیں اور غور طلب تجاویز کو نوٹ کیا۔ اس کے بعد فیاض اختر میاں نے منتخب نصاب نمبر 2 کے اسباق کا منفرد انداز میں مذاکرہ کرایا۔ صہیونیت ایک نظر میں! احمد بلال ناصری کا موضوع تھا۔ انہوں نے صہیونی تہذیب کے خدوخال اور آج کے معاشرے پر اُس کے اثرات کو واضح کرنے کی عمدہ کوشش کی۔ آخر میں ناظم حلقہ مشتاق حسین نے پورے دن کے پروگراموں کا جائزہ پیش کیا۔ انہوں نے پروگرام میں رفقاء کی بھرپور شرکت کو سراہا اور انتظامی امور کو تسلی بخش قرار دیا۔ یہ پروگرام نماز عصر کے بعد دعائیہ کلمات کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔ (مرتب: رفیق تنظیم)

دعائے صحت کی اپیل

- تنظیم اسلامی ہارون آباد کے رفیق ملک اظہر امیر ایک حادثے میں زخمی ہو گئے
- منفرد اسرہ پاکپتن کے رفیق خالد حسین کی والدہ علیل ہیں اور ہسپتال میں زیر علاج ہیں
- منفرد اسرہ مروٹ کے رفیق مختار احمد کے والد کی ٹانگوں کا فریکچر ہو گیا ہے
- مرکزی اجتماع گاہ تنظیم اسلامی، بہاول پور کے ناظم ذوالفقار علی کی ہمشیرہ گردوں کے عارضے میں مبتلا ہیں

اللہ تعالیٰ بیماروں اور زخمیوں کو شفائے کاملہ عاجلہ عطا فرمائے۔ قارئین سے بھی اُن کے لیے صحت یابی کی دُعا کی درخواست ہے۔

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر راجپوت فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 26 سال، تعلیم بی اے، بیرون ملک اکاؤنٹنٹ کے لیے دینی مزاج کی حامل، تعلیم یافتہ، خوب سیرت وصورت لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی قید نہیں۔

برائے رابطہ: 0321-4661899، 042-35173190

☆ شیخوپورہ میں رہائش پذیر سید اہل سنت، اعلیٰ تعلیم یافتہ، دینی گھرانہ کو اپنی بیٹی، تعلیم ایم اے انگلش، عمر 23 سال کے لیے دینی مزاج کے حامل خوش شکل، خوش اطوار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0321-4687926/056-3810157

☆ لاہور میں رہائش پذیر آرائیں فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 25 سال، تعلیم ایف اے، ذاتی کاروبار (پرنٹنگ پریس) کے لیے دینی مزاج کی حامل نیک سیرت لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0333-4456476

دعائے مغفرت کی اپیل

- مقامی تنظیم سرگودھا کے مبتدی رفیق گل باز کے والد انتقال کر گئے
- تنظیم اسلامی حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی کے رفیق علی اصغر کے جوان سال چچا زاد بھائی وفات پا گئے
- تنظیم اسلامی لطیف آباد کے مبتدی رفیق آصف احمد خان کے والد، اور امیر تنظیم اسلامی لطیف آباد راشد حسین کے سسر احمد حسین انتقال کر گئے
- قرآن اکیڈمی لاہور کے شعبہ سمع وبصر کے کارکن شمیم خان کے والد وفات پا گئے

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ قارئین و رفقاء سے بھی دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اللّٰھم اغفرلھم وارحمھم وادخلھم فی رحمتك وحاسبھم حسابًا یسیرًا

معمارِ پاکستان نے کہا

مسلمان اب زندگی کے ہر شعبہ میں اپنی ذمہ داری کا احساس کرنے لگے ہیں۔ تمام مسلمان جانتے ہیں کہ قرآن مجید کے احکام صرف مذہب یا اخلاق پر ہی محدود نہیں ہیں۔ جیسا کہ مسٹر گبن نے کہا کہ بحرِ اوقیانوس سے دریائے گنگا تک قرآن مجید بنیادی مجموعہ قوانین تسلیم کیا جاتا ہے۔ نہ صرف مذہبی بلکہ شہری اور تعزیری قوانین کی بنیاد بھی یہی ہے۔ اور انسانی جسم اور مال کے حقوق جو اللہ تعالیٰ نے متعین کیے ہیں، سبھی کا نفاذ اسی کے تحت ہوتا ہے۔ غرضیکہ یہ مسلمان کا ایسا مجموعۂ قوانین ہے جس میں مذہبی، معاشرتی، شہری، اقتصادی، معاشی، فوجی، عدلیہ، جرائم، تعزیرات، رسومات خوشی وغمی غرض روزمرہ زندگی کی ہر بات کے احکام ہیں۔ جسمانی صحت سے لے کر آخرت کی بخشش تک، فرد کی انفرادی حیثیت سے مجموعی (معاشرتی) حیثیت تک، اخلاقیات سے جرائم تک، دنیاوی سزاؤں سے لے کر اُخروی سزاؤں تک سب کچھ اس میں بیان ہوا ہے۔ اور ہمارے نبی اکرم ﷺ نے ہم پر یہ فرض کر دیا ہے کہ ہم خود اس پر عمل کریں اور دوسروں کو اس کی تبلیغ کریں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام چند مذہبی عبادات اور رسومات تک محدود نہیں، بلکہ مکمل ضابطۂ حیاتِ دینوی واُخروی ہے۔ (عید پر پیغام: 9 ستمبر 1945ء)

What has really pushed the balance is actually a combination of various factors: the age of war, the economic cost of maintaining thousands of soldiers and the usual fatigue of maintaining a non-sustainable presence in a rugged land. The fact that Americans are tired of this war is no hidden secret. Even though the Afghan occupation (and that is really what it is) is not a major issue in the next presidential election, but economy is and Afghan occupation is costly.

Someone once said that no one can buy Afghans; they can only be rented. And that is exactly what Afghans are good at: they have literally drained the American coffers and there is no end to the bottomless pit. Thus, if one were to try and find reasons for the American desperation, it is simply "economic-sense" which makes any sense.

The big question, however, remains: What kind of future is envisioned by the Americans and how much room is there for any negotiation on their plans? One knows from history that the Taliban are masters of negotiation: Americans would have no patience with their tactics: they will make and break pacts so many times that the Americans will finally give up.

A bigger question is: Have the Taliban learned anything in the art of governance during this decade? Have they learned that they need not impose their Islam and let an Islamic polity grow organically from the rubble that Afghanistan is now after decades of war? Have they learned, for example, that to make the whole world their enemy for little things is of no use? Have they learned that, in the final analysis, it is not brute power, but inner transformation, which produces long lasting results?

These and other questions have numerous "ifs" and "buts" and only the coming months will provide answers. For now, one can rejoice that there is a small possibility that peace may return to the ravaged land. Although there is no blue print, no clear-cut road map, and no clear direction to this process of negotiation, but the sheer fact that the United States is desperately looking to get out and negotiate with the Taliban, is indicative of a possibility of peace. Thus, even though one cannot yet start hoping that one day the delicious Qandhari pomegranates will be once more available in abundance, one can at least start thinking of planting one.

(*Courtesy: daily "The News"*)

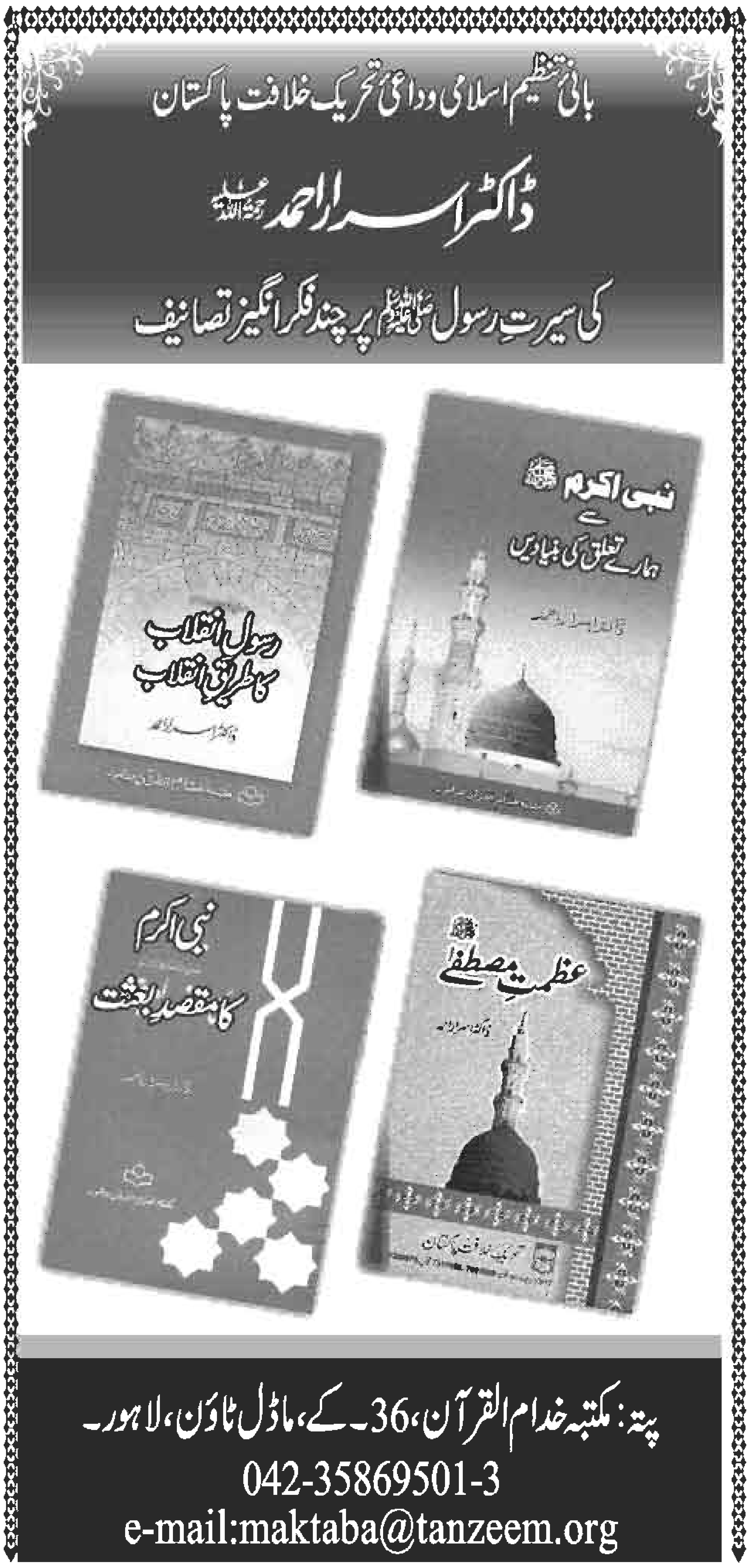

Dr Muzaffar Iqbal

THE RETURN OF THE TALIBAN

It goes to their credit that the self-proclaimed sole "superpower" of the world has finally realized that it has no way out of the Afghan graveyard except via negotiating its terms of surrender with them. Taliban are back on the world scene with the news of a quasi-diplomatic office being opened in Qatar. This is a victory that no one is going to write in the history books as victory for the ragtag bunch --- people who have been vilified for over a decade as hardcore, conservative, anti-feminist, medieval looking men with beards and turbans, decapitating others with swords.

And of all places in the world, it is Qatar where the Taliban are supposed to be opening an office to engage with the "international community" (aka the United States of America). Qatar is indeed ideal. It has proven itself to be the most worthy lackey in the recent, award-winning Libyan campaign. Its self-serving rulers are far more beholden to the Americans for their survival than any other Gulf potentate is; they are not as tight-fisted as the Saudis are, and their obedience to Washington is total; they do not come with buts and ifs; this is a proven asset.

It may come as a surprise for some observers, but the Taliban are not naïve; they are the product of war; they were literally born under the shadow of war and they have grown up with war. They have suffered great hardships and offered tremendous sacrifices, but despite all that, they now are the most formidable political and military force in Afghanistan. And they know that the balance of war has tilted in their favour: the United States cannot afford to have its soldiers on their soil anymore and they are ready to let them go, but on their own terms. As a start, they have forced the United States to release their high-ranking leaders from the heart of darkness called Guantánamo Bay. This is, however, only the start.

This is, however, not a triumphant note in praise of the ragtag bunch, everybody had condemned to the dustbin of history; it is a sober realization on the part of those whose coffers are running out and who are now desperate to pull out of Afghanistan. Thus, even if they do not take it as their defeat, one must give them the credit of realizing the veracity of the age-old maxim: every invading army has come to Afghanistan on its own, but has only been able to leave at terms dictated by the Afghans.

The American (and later NATO) presence in Afghanistan is propped by two lies: Our soldiers are defending us from terrorists; and they are bringing freedom to the Afghans. Both lies are repeated ad nauseam in the media; both need repetition precisely because they are lies and no matter how many times they are repeated, they do not turn into truth. Truth has a force of its own; it does not need constant repetition. The old maxim still remains true: a lie, repeated millions of times, remains a lie.

The Western world has blocked the site of dead bodies from public view; and it is true that the body bags have not contributed to the recent development of finding a negotiating settlement; not many in America, Canada and Western countries are concerned about body bags. The small number who are concerned, are easily silenced.